گرین سیریز-------------از-------------ابنِ طالب

گارڈین
ابنِ طالب
www.qaricafe.com
Fb.me/ibnetalibgs
گرین سیریز #12

گرین سیریز

ناول#12 ......گارڈِیَن(Guardian)

7 مئی 2020

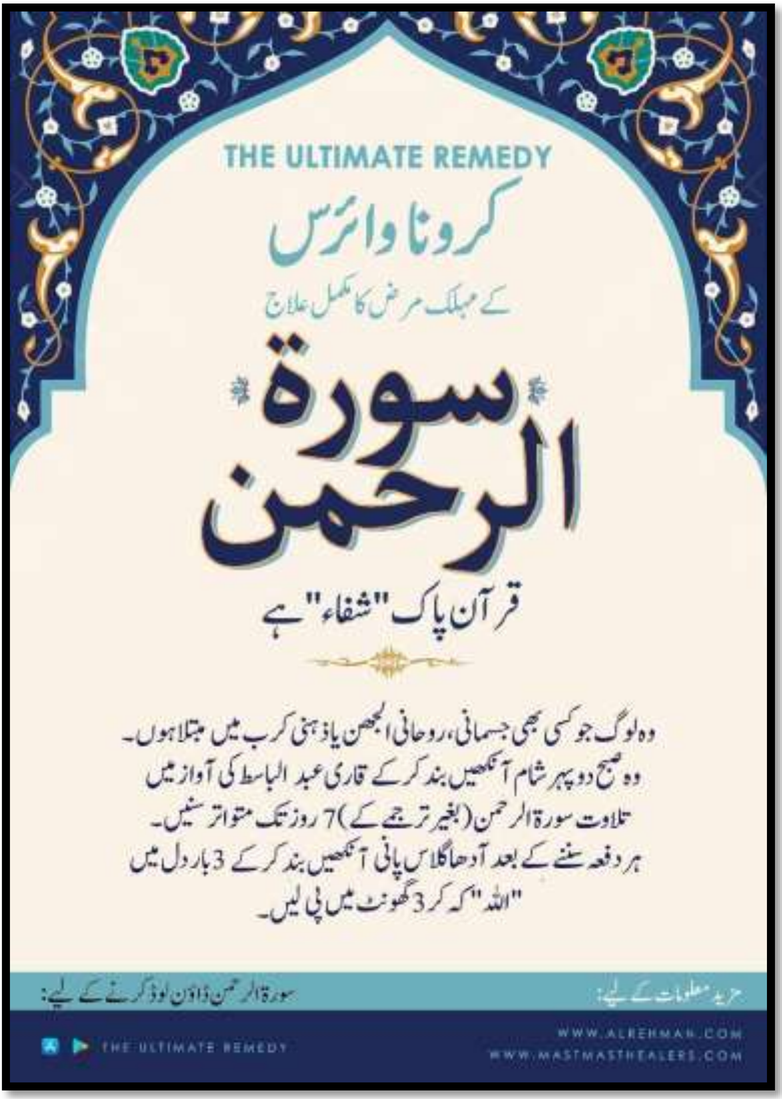

THE ULTIMATE REMEDY

کرونا وائرس

کے مہلک مرض کا مکمل علاج

سورة الرحمن

قرآن پاک "شفاء" ہے

وہ لوگ جو کسی بھی جسمانی، روحانی الجھن یا ذہنی کرب میں مبتلا ہوں۔
وہ صبح دوپہر شام آنکھیں بند کر کے قاری عبد الباسط کی آواز میں
تلاوت سورة الرحمن (بغیر ترجمے کے) 7 روز تک متواتر سنیں۔
ہر دفعہ سننے کے بعد آدھا گلاس پانی آنکھیں بند کر کے 3 بار دل میں
"اللہ" کہ کر 3 گھونٹ میں پی لیں۔

مزید معلومات کے لیے:

WWW.ALREHMAN.COM
WWW.MASTMASTHEALERS.COM

سورة الرحمن ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے:

THE ULTIMATE REMEDY

ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات فرضی ہیں اور مصنف کی اپنی تخلیق ہیں۔ جن میں کسی بھی قسم کی کلی یا جزوی مطابقت محض اتفاقیہ امر ہو گا جس کا مصنف ذمہ دار نہیں۔

ناول یا اس کے کسی بھی حصے کو کاپی کرنا، نقل کرنا یا چوری کرنا یا کسی بھی طریقے سے reproduce کرنا قانونی اور اخلاقی جرم ہے۔ جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں۔

ہماری بات

السلام علیکم قارئین!

نیا ناول حاضرِ خدمت ہے۔ دھماکوں سے پاک، ایڈونچر، سسپنس اور مزاح کا امتزاج۔ اپنی طرز کا میرا پہلا تجربہ، ہر قاری سے اس تجربے کے حوالے سے رائے ضرور چاہوں گا کہ میں اس تجربے میں کتنا کامیاب ہوا۔

گرین فیملی میں نئے "فعال ممبران" کی شمولیت خوش آئند امر ہے، سب کو خوش آمدید اور حوصلہ افزائی کرنے والے تمام احباب کا ممنون ہوں۔ میری سب سے بڑی کمائی اور اثاثہ "فعال ممبران" ہیں اور خلوص تو ہر قاری سے ملا چاہے کسی نے رائے دی یا نہیں۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس دور میں جب معاشرہ کتاب کی کمی کا شکار ہے، مجھے موقع ملا کہ اس میڈیم کو استعمال کر کے آپ کے چہروں پہ مسکراہٹیں بکھیر سکوں، ذہنی تربیت کرنے کے قابل خود کو نہیں سمجھتا کیونکہ میں خود ہر لحظہ زیرِ تربیت ہوں۔

شہزاد احمد صاحب نے گرین سیریز کے لئے جو پلیٹ فارم بنایا ہے، ان کی محبت اور خلوص بے مثال ہے، میں ان کا ممنون ہوں۔ اس پلیٹ فارم سے اپنے گرین سیریز کے پچھلے ناول بآسانی ڈاؤن لوڈ کر سکیں گے۔ اس کا لنک نیچے دیا جارہا ہے تاکہ قارئین مستفید ہو سکیں۔

https://greenseries.transparent.workers.dev/

فادر اور منگول کو کسی اور وقت کے آزاد چھوڑا گیا ہے، ناول اس بار بھی دیر سے اپ لوڈ ہو رہا ہے، ذاتی مصروفیات آڑے آتی ہیں تو کبھی صحت وطبیعت کے مسائل۔ جس طرح دیوانے قاری کو وقت سے پہلے ناول ملنے کی خواہش تڑپاتی ہے اسی طرح میری طبیعت وقت پہ ناول اپ لوڈ کرنے پہ شدت سے اکساتی ہے لیکن ....امید ہے یہ ناول آخر تک آپ کو الجھائے رکھے گا اور آخری سطر تک گارڈِیَن آپ کی جان نہیں چھوڑے گا۔

ناول زیادہ طویل نہیں جس سے نئے قارئین (جو ابھی گرین سیریز مکمل نہیں پڑھ پائے) اور ان قارئین کے لئے آسانی ہو گی جن کا پچھلے ناولوں پہ تبصرہ رہتا ہے۔ لہٰذا جلدی سے مکمل کرتے ہوئے گرین سیریز گروپ میں فعال قاری کی حیثیت سے سامنے آئیں، اس سے میری حوصلہ افزائی ہو گی۔

یہ پیراسائیٹس جیسا ایک سلسلہ ہے لیکن اتنا طویل نہیں ہو گا۔ ناول کے حوالے سے پریشانی کی کوئی بات نہیں، اس حصے کی کہانی یہیں مکمل ہو جائے گی۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آخر پہ پہنچ کر آپ بے ساختہ مجھے دل میں دل میں کچھ سنانے نہ لگ جائیں اور یہ بھی کہ اسے پڑھنا ملتوی نہ کریں۔ طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ساری کہانی لکھ نہیں پایا.... خیر ہمارا ساتھ قائم ہے، دیر سویر تو چلتی رہے گی، کہانی سے لطف اندوز ہوں، اپنی رائے سے مستفید ہونے کا موقع ضرور دیں۔

www.facebook.com/ groups/ GreenSeries

والسلام

ابنِ طالب

"سوغات" نامی یہ علاقہ درالحکومت سے تقریباََ تین سو کلو میٹر دور تھا اور حقیقی معنوں میں یہ قدرت کی طرف سے اس ملک کے لئے "سوغات" ثابت ہوا تھا۔ علاقہ اتنا خوبصورت کہ گمان ہوتا کہ شاید یہی علاقہ کبھی پرستان رہا ہو اور پھر انسانی "سیاحت" کی وجہ سے پریاں کہیں اور کوچ کر گئی ہوں یا شاید ابھی بھی راتوں کو نکلتی ہوں، کسے پتہ۔۔ سرسبز و شاداب اور فلک سے محو گفتگو درخت اور ان کا ساتھ دیتے، سبزے سے لدے پہاڑ... بادل دن میں کئی بار نیچے اتر کر ان درختوں اور پہاڑوں سے بات کرنے کے بہانے "سوغات" کو چوم کر نکل جاتے۔ ایک وقت تھا کہ سیاحوں کی بھرمار رہتی مگر درمیانی کچھ عرصے میں "کیڑے"

اس "سوغات" کی طرف لپکتے رہے جس وجہ سے سیاح بھی کترانے لگے لیکن اب دوبارہ یہ رونق لگ رہی تھی۔ سیاحوں کی آمدورفت بڑھنے کی وجہ سے ہوٹل بھی کھلنے لگے تھے جن میں نفاست، ذائقہ اور سروس پہ ایسا مقابلہ تھا جیسے مقابلہِ حسن۔

ہائی چوائس ہوٹل، جسے کھلے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے، وہ بھی اس مقابلے میں شریک تھا۔ ہوٹل کا ہال بہت ہی پر سکون و پر کشش سجاوٹ کا حامل تھا۔ ہال دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ایک جدید انداز کے مطابق ہر طرف سے تعمیر اور اندرونی طور پہ مطلوبہ سازو سامان سے مزین جبکہ دوسرا، اس کی ایک دیوار جیسے تھی ہی نہیں، حد کی نشان دہی کے لئے ایک، دو تین فٹ اونچی دیوار بنائی گئی تھی جسکی دوسری جانب خوبصورت باغ تھا جو کہ اپنی جگہ چھوٹا سا جنگل بھی محسوس ہوتا تھا، اس میں چھوٹے چھوٹے، معصوم جانور اٹکھیلیاں کرتے نظر آرہے تھے۔ ہال میں کرسیاں میز بھی دیسی و ولائیتی حسن کا امتزاج سمیٹے ہوئے تھیں۔

"کیا ہم یہاں تشریف فرما ہو سکتے ہیں؟۔" نرم آواز سن کر، اس پار

معصوم جانوروں پہ نظر جمائے بیٹھا، وہ نوجوان چونک کر مڑا۔

"اوہ۔ آپ کی اپنی ہے، جہاں مرضی فرمائیں۔" اس نے سامنے کھڑے تقریباً چالیس سالہ شخص سے کہا۔ وہ شخص ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس تھا اور چہرے پہ بے بسی و پریشانی کے تاثرات۔ وہ ہاتھ میں پکڑے اخبار کو یوں زور سے گرفت میں لئے ہوئے تھا جیسے اس میں سے "خبری رس" کشید کرنا چاہ رہا ہو۔

"کیا مطلب؟ کیا ہماری ہے؟۔" اس نے پیشانی پہ بل ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"تشریف محترم، رکھیں رکھیں۔" نوجوان مسکراتے ہوئے مکمل طور پہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"اوہ، گہری چوٹ کرتے ہو نوجوان۔ میرا دماغ الجھا ہوا ہے جس وجہ سے اس چوٹ کو سمجھ نہ سکا۔" نووارد مسکرایا۔

"یہی تو المیہ ہے، ہمارا دماغ یوں الجھا ہوا رہتا ہے کہ ہم کوئی چوٹ بھی سمجھ یا پہچان نہیں سکتے، انفرادیت سے اجتماعیت تک یہ مسئلہ ہے۔"

نوجوان نے سر ہلایا۔

"تم تو کوئی بوڑھی روح ہو؟۔ میں نوجوان سمجھ کر چلا آیا تھا۔" نووارد حیرت سے اسے گھورنے لگا۔

"جوان روح ڈھونڈنی ہے تو بوڑھوں کے پاس جائیں، نوجوان تو بس۔۔" نوجوان کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"دلچسپ۔ نام کیا ہے تمہارا؟۔" نووارد نے پوچھا، وہ نوجوان سے متاثر نظر آنے لگا تھا۔

"ساحر علی۔۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"واہ، تم اسم با مسمی ہو۔ میرا نام ضمیر ہے۔ دفتر کی پریشانیوں میں الجھا ہوا تھا، سوچا گپ شپ ہی ہو جائے۔" نووارد مسکرایا۔

"دفتری پریشانیاں تو جیتے جی ختم نہیں ہوں گی، سیدھی سڑک کے ساتھ ساتھ جمپ بھی ضروری ہیں، نیند نہیں آتی۔" ساحر نے کہا۔

"مجھے اپنی سمجھ نہیں آتی، کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ میں پاگل ہوں۔" ضمیر نے پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔

"بالکل، یہ مسئلہ گھمبیر ہے۔ ایسا ہر وقت لگنا چاہیے تھا۔" ساحر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں ضمیر کے لئے ہمدردی محسوس کی جا سکتی تھی جبکہ ضمیر شاید سمجھ نہ پایا کہ ساحر نے کیا کہہ دیا ہے۔

"اتنا کام ایک دن میں نہیں کر سکتا میں......" وہ روانی میں بولتا چلا گیا۔

"ہاں، حلال کرنا بہت مشکل ہے۔" ساحر نے جواب دیا۔

"جب سے... ہہ... ام... آپ تو میری ہی ٹانگ کھینچے چلے جا رہے ہیں۔" وہ بات کرتے کرتے رکا۔

"بات سنیں ضمیر صاحب، اپنے نام کی ہی لاج رکھ لیں، محنت کرنی پڑتی ہے، جلنا پڑتا ہے، یہ دنیا ان کی ہے جو جلتے ہیں، پگھلتے ہیں، نئ شکل میں ڈھلتے ہیں، کھرا پانی تو بس......" ساحر اچانک سنجیدگی کی حدوں کو چھونے لگا۔

"دیکھو بچے، محنت سے واقف ہوں میں، کارپوریٹ دنیا بس اپنا فائدہ

نکالنے کے چکر میں عوام کو پیس رہی ہے تو سرکاری اداروں میں سیاستدان مجبور انسان کو نچوڑ رہے ہیں، انسان کے بس میں کوشش کرنا ہی ہے ورنہ تو اس دلدل سے نکلنا چاہیے۔" ضمیر شاید اکتا گیا تھا۔

"انکل، کوشش کا مطلب کچھ اور ہے، اس کا مطلب ہارمونیم کو طبلہ بنانا نہیں، اس کا مطلب ہر وقت بے چین رہنا اور ہوائی قلعہ تعمیر کر کے آسمان سے تارے توڑنے کا خواب نہیں، کسی کا فائدہ کر کے دیکھیں، پھر "اپنا فائدہ" کی سوچ کی اہمیت جاتی رہے گی، کر کے تو دیکھیں، زبانی و کتابی تحقیق کو چھوڑ کر عملی تحقیق کریں۔" ساحر نے کہا۔

"ساحر صاحب، آپ میراثی ہیں؟۔" ضمیر نے اچانک پوچھا۔

اس کی بات سن کر ساحر یوں شرماتے ہوئے سکڑ گیا جیسے اس کی انگلی میں انگوٹھی ڈالنے کے بعد گھونگھٹ اٹھایا جا رہا ہو۔

"جی، نیم سا میراثی، کبھی کبھی نیم گرم بھی چلتا ہے۔" اس نے کہا۔

"نِیم میراثی؟۔" ضمیر چونک گیا۔

"اب آپ کے ہوتے ہوئے گدی تو نہیں سنبھال سکتا۔" اس نے جیسے

زبردستی آواز کو گلے سے باہر کھینچا۔

"شکل سے تو تم اچھے خاصے لگے اور میں چلا آیا کہ دماغی دباؤ کم ہو گا، مگر یہاں تو ایک پاگل مل گیا۔" وہ بھنائے ہوئے لہجے میں بولا اور اٹھ کر یہ جاوہ جا اور ساحر مسکرا کر باغ کی طرف پلٹا۔ باتیں کرتے ہوئے ضمیر اخبار میز پہ رکھ چکا تھا، جو وہیں رہ گیا۔

"اچھا خاصا نظارہ برباد کر دیا۔" ساحر نے جیسے کان سے مکھی اڑائی اور جانوروں کو دیکھنے لگا۔ اس نے جان چھڑانے کے لئے جان بوجھ کر ضمیر کی ٹانگ کھینچی تھی۔

ابھی دو چار منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ دوسرے ہال سے بلند ہونے والا شور سن کر وہ چونک گیا، جب شور بڑھتا ہی چلا گیا تو وہ تیزی سے اٹھا اور ملحقہ ہال کی طرف بڑھ گیا۔ ہال میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر ایک انسانی دائرے پہ پڑی اور وہ تیزی سے آگے بڑھا اور جگہ بناتے ہوئے گھیرا توڑ کر جب دائرے کی اندرونی جگہ پہنچا تو اس کے قدم جیسے زمین سے چمٹ گئے۔

فرش پہ ضمیر لیٹا ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور اس کی کنپٹیاں پھٹی نظر آرہی تھیں، آنکھوں اور کانوں سے بھی خون کی لکیریں صاف دیکھی جاسکتی تھیں۔ ساحر کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہونے لگی تھیں اور دماغ میں ضمیر سے کچھ دیر پہلے ہونے والی ملاقات گھوم رہی تھی، اس کی نظر میں ضمیر ایک بے ضرر انسان تھا جو اپنی زندگی اور اس کی مسائل میں مگن رہنا والا محسوس ہوا تھا، کیا دفتری دباؤ اتنا بڑھ گیا تھا کہ کنپٹیوں کو ہی پھاڑ کر نکل گیا، یقیناً یہ خیال مضحکہ خیز ہی کہلایا جاسکتا ہے، پھر کونسا دباؤ تھا جس کی وجہ سے ایسا ہوا؟

ساحر الٹے قدموں اس ہجوم میں سے نکلا اور نکلتے نکلتے اس نے تاحد نظر، ضمیر کے گرد گھیر ابنائے ہوئے لوگوں کو دیکھا، سب کی آنکھیں حیرت اور خوف سے لبریز نظر آرہی تھیں مگر وہ... ایک نوجوان ویٹر، جو ساحر کی مخالف سمت کھڑا تھا، اس کی نظروں میں عجیب سی وحشت نظر آرہی تھی، کسی کا دھکا لگنے کی وجہ سے وہ جیسے نیند سے جاگا اور پھر تیزی سے سب کو دھکے دیتا ہوا گھیرے سے نکلا اور برق رفتاری سے ہال سے نکلتا بنا۔

ہال میں اس وقت کسی کو اپنا ہوش نہ تھا، اسے کون دیکھتا، ساحر بھی تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔ اس کے ہال سے نکلنے تک ویٹر راہداری کے دوسرے سرے پہ پہنچ گیا تھا اور دائیں ہاتھ والے کمرے میں دروازہ کھول کر اس میں گھسا۔

ساحر کے قدم تیزی سے اس کمرے کی جانب بڑھنے لگے ، اس نے دروازہ کھولا اور پھر وہیں جم گیا، دوسری طرف بھی راہداری تھی، طویل راہداری جس میں کئی دروازے تھے، ساحر سے چند قدموں پہ، ایک دروازے کے قریب وہی ویٹر اوندھے منہ پڑا تھا، اس کے کھوپڑی میں خاموش گولی داغی گئی تھی، کھوپڑی سے خون حسبِ استطاعت فرش پہ آگے بڑھتا جارہا تھا اور ساحر... اس کے دماغ کو بھی جیسے چپ لگ گئی۔

چاند کے سامنے بادل کب سے اکڑا کھڑا تھا جس وجہ سے کافی دیر سے اندھیرے کی پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں تھا، اگر وہ کافی دیر سے اندھیرے میں سفر نہ کر رہے ہوتے اور آنکھیں اندھیرے سے اور ایک دوسرے کے ہیولوں سے مانوس نہ ہو چکی ہوتیں تو پاس چلتے انسان کی آہٹ کے علاوہ کسی کو محسوس کرنا ناممکن تھا۔ جھینگر اور دیگر کیڑے مکوڑے شاید کسی "احتجاجی ریلی یا دھرنے" کا چکر لگا آئے تھے، چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے جس سے ماحول، دماغ میں عجیب سی ناپسندیدگی پیدا کر رہا تھا، ایسی ناپسندیدگی جس کے باعث

انسان کسی کو بھی کاٹنے کو دوڑ پڑے۔

وہ تینوں اسلحہ تھامے، پھیل کر بہت احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک لمبے قد اور صحتمند جسم والا شخص باقی دو کی راہنمائی کر رہا تھا، ہر ایک کی پشت پہ چھوٹا بیگ تھا۔

"ہم حد سے زیادہ احتیاط کر رہے ہیں۔" ایک شخص نے کہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم اُن کی قابلیت کے گواہ ہو، اس کے باجود یہ بات کر رہے ہو۔" راہنما نے کہا۔ وہ ممکنہ حد تک دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے۔

"ان کی قابلیت اپنی جگہ، لیکن کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔" پہلے شخص نے شاید منہ بنایا۔

"اس کی وجہ بھی تم جانتے ہو، خیر ہم وہی کریں گے جو ہمارے درمیان طے پایا تھا۔" دوسرے نے کہا، تیسرا چپ چاپ ان کی باتیں سن رہا تھا۔

اس مکالمے کے بعد خاموشی چھا گئی، ان کی زبانیں بند ہوتے ہی کیڑے مکوڑوں کی آوازیں پھر ہتھوڑوں کی طرح دماغ پہ برسنے لگی تھیں۔

"کیا بکواس ہے، ختم ہی نہیں ہو رہا شور، ایسا علاقہ چننے کی کیا ضرورت تھی۔" پہلا شخص پھر غرایا۔

"اکمل، تمہارا مقابلہ دشمنوں سے ہے، دوستوں کے ساتھ پکنک منانے تھوڑی جا رہے ہو۔" اس بار راہنما کی اکتائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یہ آوازیں تو جیسے روح کو بھی چھلنی کر رہی ہیں۔" تیسرے شخص نے پہلی بار زبان کھولی۔

"سجاد، کام پہ دھیان دو، ان آوازوں پہ جتنا دھیان دو گے اتنا ہی ذہنی کرب میں پھنس جاؤ گے، پھر دماغ سے کام لینا ممکن نہ رہے گا۔" راہنما نے کہا۔

"مشن مکمل ہونے کے بعد تم یہیں ڈیرہ لگا لینا جو اتنا سکون محسوس کر رہے ہو۔" اکمل نے جل کر کہا۔

"یار.........." راہنما نے کہا ہی تھا کہ سائیں کی آواز کے اس کے کانوں کے قریب سے کچھ گزرا۔

"get down" .... اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور تینوں

اچانک زمین پہ جا گرے، ساتھ ہی اکمل کے منہ سے سسکاری نکلی کیونکہ وہ زمین سے نکلے کسی پتھر پہ گرا تھا۔ "ستیاناس۔" اس نے کہا۔

تیز سیٹی کی آواز سن کر ماحول جھنجھلا اٹھا اور ایک بار تو کیڑے مکوڑے کی زبانیں "دانتوں" تلے آ گئیں اور پھر وہ کیڑے بھی شامل ہوئے جو کچھ دیر "ڈیوٹی" پوری کر کے سو گئے تھے، لہذا ہر طرف شور بڑھ گیا۔

"پوزیشن نمبر پانچ۔" راہنما نے کہا تو ان تینوں کے جسم رول ہوتے ہوئے ایک طرف لڑھکنے لگے جلد ہی راہنما کی کمر ایک چٹان سے ٹکرائی اور وہ تیزی سے چٹان سے کمر گھسیٹتے ہوئے بیٹھ گیا۔ اس کی کمر بالکل سیدھی تھی جیسے چٹان سے ہٹنے پہ موت واقع ہو سکتی ہو۔ اس کے بعد باقی دو بھی اس کے قریب پہنچ کر چٹان سے لگ گئے۔ راہنما تیزی سے ان کی طرف کھسکنے لگا اور ان کے پاس پہنچ کر رکا۔

"میرا خیال ہے ہمیں مارک کر لیا گیا ہے، کچھ دیر یہیں ٹِکے رہو، اس کے بعد دوبارہ رول ہوتے ہوئے پہلی جگہ پہ، وہاں سے پھیل کر ہم الٹے ہاتھ رستے سے نیچے اتریں گے، جب تک مخصوص کاشن نہ دوں، تب

تک چلتے رہنا، اس بار بات بالکل بھی نہیں کرنی۔ جب کاشن دوں تو ہم رکیں گے، پھر بتاؤں گا کیا کرنا ہے۔"

اس نے دھیمی آواز میں ہدایات دیں لیکن ساتھ ساتھ وہ اکمل کی ران پہ ایک ہاتھ سے مخصوص انداز میں تھپکی بھی دے رہا تھا، نتیجتاً اکمل ویسی ہی تھپکیاں سجاد کی ران پہ دے رہا تھا۔

"کوئی سوال؟۔" ہدایات دینے کے بعد راہنما نے پوچھا۔

"نہیں ظفر۔" اکمل نے کہا۔

"اوکے، جب کاشن دوں تو آگے بڑھنا۔" ظفر یہ کہتا ہوا واپس اپنی جگہ پہ لوٹ گیا اور ان کی توجہ ایک بار پھر سے، اپنی باتوں سے ہٹ کر، بے ہنگم اور سکون کو چھلنی کر دینے والے شور کی طرف اچھلی لیکن اس بار انہوں نے جھرجھری لے کر توجہ اپنے کام کی طرف کرنے کی کوشش کی ۔ مشن کی طرف ایک قدم اور آگے بڑھنے کے خیال سے ان کے جسم لاشعوری طور پہ تن گئے۔

*

وہ سر جھکائے بیٹھا اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس وقت سب دھندلا دھندلا تھا نہ صرف لکیریں بلکہ قسمت، یہاں تک کہ کمرے میں موجود ہر شے۔

"مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم جیسے گدھوں کو رکھا کیوں گیا؟۔"

اس کے سامنے کھڑا لمبا تڑنگا اور بھاری جسامت کا شخص کھڑا چیخ رہا تھا۔ بھاری جسامت کے علاوہ اس کا چہرہ بھی کافی چوڑا تھا، بڑے منہ پہ بڑی مونچھیں اور اس کے نیچے لمبی زبان جو اس وقت سامنے والے پہ لپک رہی تھی۔

"بب۔ باس، میں نے اس تک پہنچنے کی کوشش کی تو تھی۔" وہ سہما ہوا شخص مزید سہم گیا تھا۔

"خاک کوشش کی تھی؟۔ ایک قیمتی شخص مارا گیا، دفع ہو جاؤ یہاں سے، اگر مجھے بھنک بھی لگی کہ پولیس حقیقت کی طرف بڑھ رہی ہے تو سب سے پہلے تمہیں گولی ماروں گا۔"

اس نے باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو سہما ہوا نوجوان چپ چاپ اٹھ کر یوں بھاگا جیسے میراتھن ریس میں شامل ہو گیا ہو۔

وہ شخص بے چینی سے ٹہلتا، ہونٹ کاٹتا رہا اور پھر اپنی ریوالونگ چیئر کی طرف بڑھ گیا، کرسی پہ گرتے ہی اس نے ریسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ملایا۔

"اظہر بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"میں ہوں، لوتھر۔ یار یہ کیسے لوگ پال رکھے ہیں، زاہد کو ایک کام دیا تھا، وہ بھی نہیں ہوا۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ تھا مقامی میک اپ میں اور نام۔۔۔۔

"مجھے پتا چلا تھا اس قصے کا، زاہد کا بھی قصور نہیں، اسے کیا علم تھا کہ ضمیر کے دماغ میں کیا چل رہا اور ہے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔" اظہر نے کہا۔

"ہمیں اپنے کام کو بہتر کرنا پڑے گا، اتنی جلدی گڑبڑ ہوتی رہی تو آگے کیسے بڑھیں گے؟۔" لوتھر کے لہجے میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

"ارے کچھ نہیں ہوتا، میں ڈاکٹر سے بات کرتا ہوں۔ حکومت کو اس کی بھنک بھی نہیں لگے گی، تم پریشان مت ہو اور باقی افراد پہ دھیان دو۔ ضمیر کی وجہ سے باقی افراد بھی مشکوک ہو گئے ہیں، احتیاط کی ضرورت ہے۔" اظہر نے کہا۔

"احتیاط کیسے؟۔" لوتھر نے پوچھا۔

"تم جانتے تو ہو کہ ضمیر کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟۔" اظہر نے کہا۔

"ٹھیک ہے، سمجھ گیا، زاہد کو خوب ڈانٹ دیا میں نے۔" لوتھر مسکرایا۔

"کوئی بات نہیں، ڈانٹ سے اس کی بیٹری چارج ہوتی ہے، وہ پہلے سے بہتر کام کرے گا۔" اظہر بھی شاید مسکرا رہا تھا۔

"ضمیر کی جگہ پُر کرنے کے لئے کوئی؟۔"

"ہاں، مل جائے گا، بلکہ مل جائیں گے۔ ہم کچھ نیا کرنے کی سوچ رہے ہیں، ایسے لوگ جو جسمانی و ذہنی طور پہ مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ شک سے بالاتر ہوں لیکن اپنی خوشی سے ہمارے ساتھ شامل ہوں۔ جو لوگ اپنی مرضی سے شامل ہوں گے، وہ زیادہ کار آمد ثابت ہو سکیں گے۔ اظہر نے کہا۔

"اپنی مرضی سے؟ کیا لوگ مان جائیں گے؟۔" لوتھر نے حیرت سے پوچھا۔

"ارے لوتھر میرے بھائی، یہاں سب چلتا ہے، بندے کو اس کی مرضی کا لولی پوپ تھما دو، کام نکال لو۔ یہاں تو غیرت بھی مستقل نہیں۔ تم دیکھو گے، بہت جلد ہم اپنی دھاک بٹھانے والے ہیں۔" اظہر نے کہا۔

"لیکن ذرا سنبھل کر، مجھے یہی بتایا گیا تھا کہ یہاں کے سرکاری ادارے بہت ہی برق رفتاری سے کام کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔" لوتھر نے کہا۔

"کہاں کے سرکاری ادارے بھئی؟ یہ بس پروپیگنڈہ ہے جس میں ہمارا بچہ بچہ ماہر ہے۔ ہو جائے گا کام جلد ہی۔" اظہر نے جواب دیا۔

"اوکے، میں ذرا مانیٹرنگ روم کا چکر لگا آؤں۔" لوتھر نے کہا اور ریسیور رکھ کر سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس نے ریسیور اٹھا کر دوبارہ نمبر ملایا۔

"یس۔۔"

"لوتھر بول رہا ہوں باس۔"

"کیا بات ہے لوتھر؟۔"

"باس۔ وہ اظہر بے وقوفوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔" ساتھ ہی اس نے اظہر سے ہونے والی ساری بات بتا دی۔

"کوئی بات نہیں، میں دیکھ لوں گا، وہ کام کا بندہ ہے، اہمیت دیتے رہو۔ کچھ باتیں اس کی بھی سچ ہیں کچھ ہماری۔" جواب ملا اور کال بند ہو گئی۔

لوتھر نے ریسیور واپس رکھا اور طویل سانس لیتے ہوئے کھڑا ہوا، اس کا رخ دروازے کی طرف تھا، تھوڑی دیر میں وہ تہ خانے میں موجود

تھا۔ تہ خانے کی ایک دیوار سکرینوں سے سجی ہوئی تھی اور جگہ جگہ مختلف لوگ بیٹھے کام کرنے میں مصروف نظر آرہے تھے جیسے آرمی کا کنٹرول روم ہو۔

"سب ٹھیک چل رہاہے مارٹن؟۔" لوتھر نے ایک چھوٹے قد مگر کافی رقبے پہ پھیلے ہوئے شخص سے پوچھا۔ وہ اس ٹیم کا انچارج تھا۔

"یس باس۔ سب ٹھیک چل رہاہے۔" مارٹن نے پتلی آواز میں جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ ضمیر کے آس پاس کوئی قابلِ ذکر واقعہ تو نہیں ہوا؟۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں باس، وہ ایک انجان نوجوان کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا اور پھر اچانک وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا، پھر دوسرے ہال میں پہنچ کر وہ گر گیا۔" مارٹن نے کہا۔

"یہ تو میں جانتا ہوں۔ اس مقامی نوجوان کی تصویر نکالو، دیکھیں تو وہ کون ہے اور اس کی ضمیر سے کیا بات ہوئی کہ یہ حادثہ ہو گیا؟۔" لوتھر

نے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے کہا اور مارٹن "یس سر" کہتا، کسی کو تصویر کے لئے ہدایات دینے لگا۔

☼

وہ اس وقت ورزش کر کے واپس لوٹا تھا، آتے ہی پاؤں پسار کر یوں کارپٹ پہ لیٹ رہا جیسے طبیعت ہڈ حرامی پہ مائل ہو۔ کچھ دیر لیٹے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔ جب وہ واپس آیا تو ایک ڈھیلے ڈھالے ٹراؤز اور بنیان میں ملبوس تھا، بالوں پہ پانی کے قطرے ظاہر کر رہے تھے کہ وہ غسل کرنے گیا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا آئینے کو گھورتا رہا اور ہاتھ بڑھ کر کنگھا اٹھا لیا پھر بالوں کی خدمت کے ساتھ ساتھ گنگنانے لگا۔

"کِنا سوہنا مینو۔۔۔رب نے بنایا۔۔" ابھی دوسری بار مصرعہ شروع ہی کیا تھا کہ دھپ کی آواز کے ساتھ ایک کھاتے پیتے گھرانے کی چھپکلی ڈریسنگ ٹیبل پہ گری اور بوکھلا کر دوڑتی ہوئی میز سے اتر گئی۔ یہ دیکھ کر نوجوان کا منہ بن گیا۔ "زمانہ جلتا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"صاحب۔۔" باہر سے آواز آئی۔

"آرہا ہوں۔ رکھ دو تم۔" اس نے وہیں سے ہانک لگائی۔

"جی صاحب۔" جواب ملا اور دوبارہ اپنی کاروائی میں جٹ گیا مگر اس بار مصرعہ بدل گیا تھا۔

"کِنا سوہنا تینوں رب نے۔۔" اور ساتھ ساتھ مسکرا کر آئینے کو دیکھ رہا تھا جیسے آئینے کو چھیڑ رہا ہو۔ کنگھی کرنے کے بعد وہ مڑا۔

"اس بار تو کچھ نہیں گرا آئینہ صاحب، تو بھی خوشامد پسند ہو گیا ہے، صحبت کا اثر ہے۔ منافق آئینہ۔" کہہ کر وہ کمرے سے نکلا اور بیرونی کمرے میں پہنچا جہاں کارپٹ پہ ہی بڑی ٹرے میں، ایک جگ گلاس، رومال اور ساتھ رول کیا گیا اخبار۔

وہ دھپ سے کارپٹ پہ گرا، لسی کا جگ اٹھا کر یوں بلندی پہ لے گیا جیسے پہاڑ کی سی اونچائی سے لسی کا چشمہ بہانے کا ارادہ ہو اور پھر گلاس ہاتھ میں پکڑ کر واقعی اونچائی سے گلاس میں لسی ڈالنی شروع کی اور ساتھ ساتھ گنگناتا بھی جا رہا تھا، گلاس کا پیٹ بھر جانے پہ اس نے جگ نیچے

رکھا اور گلاس کو ہونٹوں سے لگایا۔ لسی اپنے پیٹ میں منتقل کر کے اس نے گلاس بھی رکھا، ایک ہاتھ سے رومال اور دوسرے سے اخبار اٹھایا، منہ صاف کرتے ہوئے اس نے اخبار پہ نظریں دوڑانی شروع کر دیں۔ کمرے میں اگرچہ ٹی وی موجود تھا لیکن مقامی خبروں کے لئے مقامی اخبار ضروری تھا جس وجہ سے باقاعدگی سے "اخبار بینی" کی جا رہی تھی۔

اہم خبروں پہ نظریں دوڑاتا، مسکراتا، منہ بناتا وہ ان صفحات پہ پہنچا جہاں چھوٹی موٹی خبروں سے اخبار کی "خالی جگہ" پر کی جاتی تھی اور پھر اس کی نظریں پھسلتے پھسلتے سنبھل گئیں۔ اس نے اخبار چہرے کے قریب کیا اور خبر پڑھتے ہوئے چہرے کے تاثرات بدلتے چلے گئے۔ اس کے بعد اس نے تیزی سے درمیانی صفحات نکال کر خبر کا بقیہ حصہ بھی پڑھا۔ "ضمیر اکرام، جو مقامی محکمہ موسمیات میں ہیڈ کلرک کے طور پہ کام کرتے تھے ان کی، کل اچانک دل کا دروہ پڑنے کی وجہ سے موت ہو گئی، ان کی آخری ملاقات ایک انجان شخص سے ہوئی

جس کے بعد ان کی موت واقع ہو گئی۔ پولیس اس انجان شخص کی تلاش میں ہے۔۔"وغیرہ وغیرہ۔

وہ اس طرح کی خبر پڑھ کر چونک گیا، ضمیر کی حالت کا وہ چشم دید گواہ تھا، وہ سمجھتا تھا کہ اس کی موت کی وجہ دل کا دورہ نہیں، کچھ اور ہی تھی۔ اسے خود انتظار تھا کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے بعد کوئی نہ کوئی خبر یہ عقدہ حل کر دے گی لیکن خبر تو مزید گرہیں لگاتی نظر آئی، کچھ تھا جو چھپایا جا رہا تھا۔ دوسری طرف اس ویٹر کے قتل کا ذکر تک نہ تھا۔

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد کھڑا ہوا اور ایک طرف، کھونٹی سے لٹکے اپنے لباس کی طرف بڑھ گیا۔ کوٹ کی جیب سے موبائل نکال کر مڑا۔ وہ گرین سروس کی "بنیاد" سے ہی خصوصی ساخت کے موبائل فون اور مخصوص کوڈز استعمال کر رہے تھے۔ ان کی کال یا نمبر ٹریس کرنا ایک طرح سے ناممکن تھا، اور پھر کوڈز بھی الجھانے کو کافی تھے۔ اس کام کے لئے لارڈ نے کیا طریقہ استعمال کیا تھا، ساحر یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس نے تیزی سے نمبر ملایا۔

"یس۔۔" دوسری طرف سے سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"ماسٹر زیرو۔" ساحر نے حلق سے بدلی ہوئی سخت آواز نکلی۔

"یس باس، آئی تھرٹین بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے مودبانہ آواز سنائی دی۔

پچھلے مشن میں جس طرح آئی تھرٹین نے کام کیا تھا، اس وجہ سے ساحر نے اسے مستقل اپنے ساتھ ہی نتھی کر لیا تھا جس وجہ سے بجائے آئی الیون کو کال کرنے کے، وہ براہِ راست آئی تھرٹین کو کال کر رہا تھا۔ آئی تھرٹین اسی شہر میں رہائش پذیر رہتا جہاں ساحر موجود ہوتا تھا۔

" ہائی چوائس ہوٹل میں پرسوں دوپہر ضمیر نامی شخص کی موت واقع ہوئی ہے، اس سے متعلق آج کے اخبار کے پچھلے صفحہ پہ خبر موجود ہے۔ پوسٹ مارٹم میں جو وجہ بتائی گئی دراصل ایسا ہے نہیں، پتا کرو کہ یہ خبر کس کے کہنے پہ چھاپی گئی ہے، اس کے علاوہ ہسپتال کے عملے کو بھی ٹٹول دیکھو۔ اس کے علاوہ وہاں ایک ویٹر قتل ہوا ہے اس کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرو۔" اس نے کہا۔

"یس باس۔۔" دوسری طرف سے جواب سن کر ساحر نے کال بند کر دی اور پھر سوچ میں ڈوب گیا، اسی وقت دروازے پہ دستک ہوئی۔

"آجاؤ۔۔"

"صاحب ۔ کچھ لوگ آئی ہے آپ سے ملنے۔ ان کے پاس آپ کی تصویر ہے اور ہوٹل ریسیپشن سے انہیں کمرہ نمبر ملا ہے۔" اس کے ذاتی ملازم بطوط نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تو ساحر چونک گیا۔

"مجھ سے ملنے، کس لئے ؟۔" وہ سوچ میں ڈوبتے ہوئے بڑبڑایا اور پھر اس کا چہرہ چمک اٹھا۔

"واہ۔ اِنا سوہنا مینوں۔۔" وہ گنگنایا اور بطوط خان ایویں ہی دانت نکالنے لگا۔

* * *

وہ ایک ہاتھ سے آنکھوں پہ نائٹ ٹیلی سکوپ ٹکائے اونچی چٹان پہ لیٹا ہوا تھا، دوربین کا رخ زمین کی طرف اور دوسرا ہاتھ دائیں کان پہ تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی لیٹا تھا لیکن اس کا چہرہ آسمان کی طرف تھا جیسے وہ بہت ہی رومان پرور ماحول میں رات گزار رہا ہو۔

اچانک ہی دوربین والا شخص دھیمی آواز میں کمنٹری کرنے لگا۔ ""میرا خیال ہے ہمیں مارک کر لیا گیا ہے، کچھ دیر یہیں ٹکِے رہو، اس کے بعد دوبارہ رول ہوتے ہوئے پہلی جگہ پہ، وہاں سے پھسل کر ہم الٹے ہاتھ رستے سے نیچے اتریں گے، جب تک مخصوص کاشن نہ دوں، تب تک چلتے رہنا، اس بار بات بالکل بھی نہیں کرنی۔ جب کاشن دوں تو ہم رکیں

گے، پھر بتاؤں گا کیا کرنا ہے۔" اور پھر وہ شخص خاموش ہو گیا، اس کے ساتھ لیٹا شخص ابھی بھی تارے ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم جانتے ہو چاند مونث ہے۔" اس نے کہا۔

"یہ وقت ہے ایسی بکواس کا؟ وہ لوگ آگے بڑھنے والے ہیں۔ اوہ وہ حرکت میں آ گئے ہیں۔" ٹیلی سکوپ والا پہلے جھلا کر بولا مگر پھر فوری دوسری طرف متوجہ ہوا۔

"وہ رستے سے اتر گئے، اگر وہ رستے کے ساتھ ساتھ ہی چلتے رہے تو ٹیلی سکوپ سے انہیں دیکھنا ممکن نہیں ہو گا۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"اتنی دیر سے دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں، چاند نے بادلوں کو کنڈی ڈالی ہوئی ہے، میرا خیال ہے چاند مونث ہی ہے۔" پہلے شخص نے کہا۔

"ایکس تھری کو کال کرو جلدی۔" دوربین والے شخص نے کہا۔

"تمہارا خیال ہے کہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ سچ کہا؟۔" اچانک دوسرا شخص سنجیدگی سے بولا۔

"تم ایکس تھری کو کال کرو جلدی، جو اس نے کہا۔" دوربین والے شخص نے کہا۔

"سوچ لو۔۔"

"سوچ لیا ہے، اگر وہ اسی راستے چلتے رہے تو ہم انہیں دیکھ بھی نہیں سکیں گے اور اس جگہ سے ہٹ بھی نہیں سکیں گے،اس طرح وہ خاموشی سے ایکس تھری تک پہنچ جائیں گے۔" ایکس فور نے کہا۔

"اور تمہارے خیال میں ایکس تھری کو آسانی سے ہرا دیا جائے گا؟۔" ایکس فائیو نے منہ بنایا۔

"آسانی سے نہیں لیکن پھر بھی ایک کا مقابلہ تین سے ہو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" ایکس فور نے کہا۔

"میں تو پل بھر میں پانچ بھی ذبح کر دوں۔" ایکس فائیو غرایا۔

"سب ایسے نہیں ہوتے۔ کچھ سمجھدار بھی ہوتے ہیں۔" ایکس فور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اور ایسے سمجھداروں کی آنتیں نکالنے میں مجھے بہت خوشی ہو گی۔" ایکس فائیو مسکرایا تھا۔

"جلدی کرو، دیر نہ ہو جائے۔"

"دوبارہ چیک کرو، وہ نظر آرہے ہیں یا نہیں؟۔" ایکس فائیو نے کہا۔

"نہیں، وہ نظر نہیں آرہے۔ جلدی کرو، پہلے ہی کافی وقت ضائع ہو چکا، وہ کافی آگے نکل چکے ہوں گے۔" ایکس فور نے کہا۔

"اوکے اوکے۔ جیسے تم کہو۔" اس نے کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹرانسمیٹر نکالا اور مخصوص انداز میں کال کرنا شروع کیا۔

"یس ایکس تھری بول رہی ہوں۔ اوور۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی، آواز میں لوچ سے زیادہ سنجیدگی تھی۔

"ایکس فائیو۔ اوور۔" اس نے کہا اور پھر وہی کمنٹری دہرا دی جو دوربین والے نے اسے سنائی تھی۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟۔ اوور۔" رپورٹ کے بعد دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ دھوکہ بھی ہو سکتا ہے، جب دشمن کو پتا چل چکا ہے کہ ہم نے انہیں مارک کر لیا ہے تو وہ کوئی بھی حرکت کر سکتا ہے، ایکس فور بضد تھا اس وجہ سے میں نے کال کر دی۔ اوور۔""" اس نے جواب دیا۔

"کیا وہ اس وقت نظر آ رہے ہیں؟۔ اوور۔" ایکس تھری نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ اونچے رستے سے اتر کر چل رہے ہیں جس وجہ سے مسلسل اوٹ میں ہیں۔ روٹ جی پہ ہیں وہ لوگ۔ اوور۔" اس نے جواب دیا۔

"اوکے، پلان بی۔ اوور اینڈ آل۔"

"چلو بھئی۔ جلدی نکل چلو۔ چاند تو ہے ہی......"

"شٹ اپ۔ تمہاری زبان مجھے زہر لگتی ہے۔" ایکس فور نے کہا۔

"اور مجھے تم پورے کے پورے زہر لگتے ہو۔" ایکس فائیو غرایا اور تیزی سے کروٹ بدل کر چٹان پہ پڑی گن اٹھالی۔ ایکس تھری بھی اسی قسم کی کاروائی میں مشغول تھا۔

وہ کرالنگ کرتے ہوئے ایک سمت کو بڑھتے چلے گئے اور جلد ہی وہ ایسی جگہ پہنچے جہاں چٹان میں میخیں گاڑی گئی تھیں۔ ان کے ساتھ رسوں کے بنڈل موجود تھے، دونوں نے ایک ایک بنڈل کھول کر چٹان سے نیچے پھینکا اور پھر رسوں کی مدد سے نیچے اترنے لگے۔

* * *

لوتھر، اس وقت بھی میک میں ہی تھا۔ وہ تیز قدم اٹھاتا راہداری میں داخل ہوا۔ تیسرے کمرے کا دروازہ دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوا تو اندر موجود افراد چونک کر تیزی سے کھڑے ہوئے۔ لوتھر نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک بڑے سے صوفہ پہ بیٹھ گیا۔

"کیا پیش رفت ہے ڈاکٹر جیکب؟۔" اس نے اپنی دائیں جانب بیٹھے عمر رسیدہ شخص سے پوچھا۔ اس نے آنکھوں پہ گول شیشوں والی عینک ٹکا رکھی تھی، انداز سے رکھ رکھاؤ والا شخص نظر آرہا تھا۔

"پرانے افراد کے حوالے سے کچھ رکاوٹیں ہیں، خاص طور پہ جو لوگ دل سے ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ وہ لوگ ذہنی طور پہ باغی خیالات کے حامل ہیں۔ کچھ تو ان خیالات کو دبا لیتے ہیں لیکن کچھ میں یہ مادہ بڑھ رہا ہے۔" ڈاکٹر جیکب نے جواب دیا۔

"یہ مسئلہ تو حل ہو جائے گا، اب ہم لوگوں کو ساتھ ملا کر چلیں گے، برین واشنگ کرنی پڑے گی لیکن ہو جائے گا کام۔" لوتھر نے مطمن لہجے میں کہا۔

"لیکن پرانے کیسز میں مسئلہ بن سکتا ہے جیسے ضمیر کے ساتھ ہوا، ہم کسی کو مجبور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ دماغ سے باغی خیالات کو نکال دے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"کیوں نہیں کر سکتے؟۔" لوتھر نے چونک کر پوچھا جیسے یہ انہونی بات ہو۔

"ہم جس پوزیشن میں ہیں اس میں یہ ممکن نہیں۔ ہاں اگر پہلے سے بندے کا ذہن بنا ہو ہمارے ساتھ کام کرنے کا تو یہ کام آسان ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، مجھے بتایا گیا تھا کہ ہم ایسا کسی وقت بھی کر سکتے ہیں۔" لوتھر نے منہ بنایا۔

"جانتا ہوں باس، اسی وجہ سے میں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ ڈاکٹر وکٹر کو بلا لیا جائے، وہ اس مسئلہ کو ہینڈل کر سکتے ہیں۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"کچھ دنوں تک وہ بھی پہنچ جائیں گے۔ کتنے نئے لوگ شامل ہونے کو تیار ہیں ریمنزے؟۔" اس نے ڈاکٹر کے ساتھ بیٹھے سخت چہرے والے شخص سے پوچھا۔ اس کے چہرے پہ عجیب سا سرد پن تھا جسے محسوس کر کے خواہ مخواہ جسم میں سرد لہر دوڑ جاتی تھی۔

"باس، دس لوگ تیار ہیں، مزید کچھ لوگوں پہ کا کام جاری ہے۔" ریمنزے نے کہا۔

"رفتار کم رکھو، ابھی ہمارے پاس کافی دن ہیں، لوگ کام کے ہونے چاہییں۔" لوتھر نے کہا اور پھر اپنی بائیں طرف بیٹھے کاروباری شکل والے شخص سے مخاطب ہوا۔ "مسٹر سوامی، چوہان کے حوالے سے کوئی تازہ خبر؟۔"

"باس، چوہان صاحب نے کافی پیمنٹ پہنچا دی ہوئی ہے، ساتھ ساتھ وہ جلد از جلد پراجیکٹ کی تکمیل چاہتے ہیں۔" اس نے بھاری آواز میں جواب دیا۔

"پراجیکٹ تو اپنے وقت پہ ہی مکمل ہو گا، بچوں کا کھیل تھوڑی ہے۔ بس میٹھے انداز میں سمجھاتے رہو۔ ہمارے پاؤڈر کے حوالے سے مارکیٹ میں کیا حالات ہیں؟"

"باس، بہت زیادہ طلب پیدا ہو چکی ہے اور پاؤڈر میدان میں آتے ہی میدان مارلے گا۔" اس نے جواب دیا۔

"تب تک رازداری بہت ضروری ہے، اگر کوئی بھی کیس کھل کر سامنے آیا تو حکومت چونک جائے گی۔" لوتھر نے کہا۔

"یس باس، میں خیال رکھوں گا۔"

"گڈ۔" لوتھر نے کہا اور پھر سوامی کے ساتھ بیٹھی سمارٹ مگر خوبصورت لڑکی کی طرف متوجہ ہوا، جو کافی دیر سے چپ چاپ ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اسکا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آرہا تھا۔

"دیپا، تمہارے شکار کے کیا حالات ہیں؟" لوتھر نے پوچھا۔

"ابھی تک ایک خاص حد میں ہے سب کچھ، اُس کی وجہ سے کچھ اور اہم لوگ بھی سامنے آئے ہیں۔ جو کچھ ہم چاہتے ہیں، اس سے زیادہ مل سکتا

ہے اگر کچھ دن مزید صبر کر لیں۔" دیپانے کہا، اس کی آواز میں عجیب سی مٹھاس تھی۔

"آپ سب لوگ جاسکتے ہیں۔" لوتھر نے باقی سب کو کہا تو وہ تیزی سے کھڑے ہوئے اور لوتھر کو سلام کرتے ہوئے نکلتے چلے گئے۔

" تمہاری جگہ جین کو بھیج دوں گا، تمہارے لئے ایک اور کام ہے۔" لوتھر نے کہا اور پھر گھٹنوں پہ کہنیاں رکھتے ہوئے جھکا اور دیپا کو تفصیل بتانی شروع کی، وہ چپ چاپ لوتھر کی بات سنتی رہی۔ کبھی اس کے چہرے پہ حیرت امڈ آتی تو کبھی آنکھیں پھیل جاتیں۔

"تو یہ پھندے میں آجائے گا سہی؟۔" لوتھر نے ساری تفصیل بتانے کے بعد دیپا کے چہرے پہ نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا۔

"یس باس، میں کرلوں گی۔" دیپانے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"لیکن تمہارے چہرے پہ حیرت اور خوف محسوس کیا ہے میں نے۔" لوتھر نے کہا۔

"باس، جو تفصیلات آپ نے بتائی ہیں ان کے بعد ایسا ہونا ہی تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کام ہو نہیں سکتا۔ میں کر سکتی ہوں۔" دیپا نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"گڈ، مجھے تم سے یہی امید تھی۔ تم جا سکتی ہو، فائل تمہارے کمرے میں پہنچ جائے گی۔" لوتھر نے کہا تو دیپا اسے سلام کرتے ہوئے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"ہمارا یہ کام ہو گیا تو یہ پراجیکٹ پوری دنیا میں مشہور ہو جائے گا۔" وہ طویل سانس لے کر بڑبڑاتے ہوئے کھڑا ہوا اور پھر دروازے کی طرف چل دیا۔

* * *

ساحر جس دن وہاں پہنچا اسی دن ہی ضمیر سے ٹکر ہو گئی۔ اس نے بظاہر ضمیر کے معاملے پہ اتنی توجہ نہ دی تھی لیکن کچھ ایسا تھا جو اس کے ذہن میں میر اتھن میں مشغول تھا۔ ضمیر سے متعلق اخبار کی عجیب خبر پڑھ کر وہ مزید الجھ گیا اور پھر اس میں اپنا ذکر پڑھ کر تو اس کی "خوشی" دیدنی تھی۔ ان سب عوامل کی وجہ سے کسی کا ہوٹل پہنچ جانا اس کے لئے بڑی بات نہیں تھی۔

ہائی چوائس ہوٹل میں کیمرے تو موجود تھے، ساحر کا چہرہ دیکھ لینا آسان تھا اور پھر علاقہ اتنا بڑا نہیں تھا کہ اسے تلاش کرنے میں دیر لگتی۔ سیاحوں کی بھرمار اور ان کی حفاظت کے پیش نظر بہت سے پولیس والے عام لباس میں گھومتے تھے اس کے علاوہ ہوٹلوں میں پولیس کے مخبر ایسے لال بیگ تھے جو خاص موقعوں پہ ہی نظر آتے تھے۔ غیر ملکی

سیاحوں کی وجہ سے انٹیلی جنس کے افراد بھی وہاں مستقل طور پہ رہائش پذیر رہتے تھے۔

ساحر لباس تبدیل کر کے فلیٹ کے مہمان خانے میں پہنچا جہاں تین لمبے تڑنگے اور سخت گیر شخصیات کے حامل افراد بیٹھے تھے۔ ان کی شکلوں سے ظاہر تھا کہ وہ سامنے والے کو اپنی شکل کے زاویوں سے ڈرا دینے کے قائل ہیں لیکن سامنے ساحر تھا.... ماسٹر زیرو... وہ مسکراتا ہوا ان کے سامنے صوفے پہ دھپ سے گرا اور ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر ان تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر دوبارہ ساحر کو گھورنے لگے۔

"ہم لوگ محکمہ پولیس سے آئے ہیں مسٹر ساحر، ہمارے شناختی کارڈ دیکھنے ہوں تو دیکھ سکتے ہیں۔ ہمیں کچھ سوالات پوچھنے ہیں۔" ایک شخص نے پہل کی۔

"اسی وجہ سے میں سکول سے ہی بھاگ گیا تھا۔" ساحر نے منہ بنایا، اس کا خوشگوار موڈ اچانک بدل گیا اور اور یوں منہ بنایا جیسے کڑوی گولی کھالی ہو۔

"میں سمجھا نہیں۔" وہ شخص الجھ گیا۔

"میں بھی نہیں سمجھتا تھا۔" ساحر نے سر ہلایا۔

"مسٹر ساحر۔ کیا آپ بتا سکیں گے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟۔" دوسرے شخص نے بارعب لہجے میں کہا۔

"سکول سے بھاگنے کے بعد انسان کیا کر سکتا ہے بھلا، میں نے سنا تھا یہاں چَنوں کا کاروبار اچھا ہے اس لئے یہاں ریڑھی لگانے کے لئے جگہ پسند کرنے آیا ہوں۔" ساحر نے رازدرانہ لہجے میں کہا۔

"دیکھیں مسٹر ساحر، آپ نے پرسوں ضمیر نامی ایک شخص سے ملاقات کی تھی۔ آپ نے ان کی بات سنی تھی......"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی، میں "ضمیر" کی نہیں سنتا۔ میں تو کیا، کوئی بھی نہیں سنتا۔ یہ ہر وقت ٹیں ٹیں کرتا رہتا ہے، کون سنتا رہے۔" ساحر

نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ کو تھانے ہی لے جانا پڑے گا۔ آپ کی زبان بہت لمبی ہے۔" پہلے پولیس والے نے دانت رگڑتے ہوئے کہا۔

"بجا فرمایا، قانون کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں، باقی لوگوں کی زبان۔" ساحر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"مسٹر ساحر....." آفیسر کا پارہ یکدم چڑھ گیا۔

"اپنے الفاظ درست کیجئے۔ میں نے ضمیر صاحب سے ملاقات نہیں کی، وہ میری میز پہ آئے۔ وہ بوریت محسوس کر رہے تھے، کہہ رہے تھے دفتر کے کام کا بہت بوجھ ہے اس لئے آرام کرنے نکل آیا۔ اس پہ ہمارے درمیان کچھ باتیں ہوئیں، جیسے ابھی میں نے آپ کے ساتھ کیں، آپ کا پارہ چڑھا، اسی طرح وہ غصے میں آکر وہاں سے چلے گئے۔ دوسرے ہال میں شور سن کر باقی لوگوں کی طرح میں بھی وہاں پہنچا۔" اچانک وہ سنجیدہ ہوا اور ساری تفصیل بتا دی، پولیس والے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ یہ کیا بلا ہے؟ پہلے کچھ بتا نہیں رہا تھا اور اب خود ہی سب کچھ.....

"میں نے جان بوجھ کر آپ کو زچ کرنے کی کوشش کی، میرا خیال ہے آپ نے وہاں کے کیمرے چیک کئے ہوں گے، آپ ان میں دیکھ سکتے ہیں کہ یہی حالت ضمیر صاحب کی بھی تھی۔" ساحر نے کہا تو تیسرے

پولیس والے نے یوں منہ بنایا جیسے کہہ رہا ہو "واہ۔ کیا انداز ہے بات سمجھانے کا۔" مگر جلد ہی ہڑبڑا کر دوبارہ متوجہ ہوا۔

"ہم کیسے مان لیں کہ آپ سب کچھ سچ بتا رہے ہیں؟۔" پہلے پولیس والے نے پوچھا۔

"ناں مانیں، میری مَجھ کھول کر لے جائیں۔" اس نے کہا۔

"کیا؟ کیا لے جائیں؟۔" وہ شاید مَجھ سے واقف نہیں تھا۔

"کَٹے تو بہت کھلتے ہیں، اسی وجہ سے میرے سارے کَٹے ہاتھ سے نکل گئے، اب بس یہی ہے میرے پاس۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"صاحب۔ بھینس کہہ رہا ہے۔" تیسرے پولیس والے نے کہا۔

"اوہ۔ تو تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو۔" پولیس والا بھی کھڑا ہوا، اس کا ہاتھ جیب کی طرف رینگ گیا تھا۔

"میں نے مَجھ ہی کہا۔ یہ تو نہیں کہا کہ کوئی پراسرار گدھا کھول کر لے جاؤ۔"

ساحر مسکرایا مگر اس جملے کا ان تینوں پہ الٹا ہی اثر ہوا، ایک تو پہلے کھڑا تھا، دوسرے دونوں یوں اچھل کر کھڑے ہوئے جیسے صوفہ نہ ہوا چوہا پکڑنے والی "کُڑکی" ہو، ان کے چہروں پہ کئی رنگ آکر گزرے اور پھر پھیکا پن ٹھہرتا نظر آیا۔

"سس۔ سوری سر۔ سسو۔ ہم ۔ ہم جانتے نہیں تھے۔ سس۔ سسوری۔" کہتے، بوکھلائے ہوئے اور ایک دوسرے کو تقریباً دھکیلتے، کھینچتے وہاں سے نکل گئے اور ساحر خاموش کھڑا انہیں یوں جاتا دیکھتا رہا۔ اس کی مسکراہٹ تو غائب ہو گئی لیکن چہرہ بے تاثر ہی نظر آرہا تھا۔

* * *

وہ تینوں، رستے سے اترتے ہی دیوار نما چٹان سے لگ کر تیزی سے آگے بڑھنے لگے اور کچھ فاصلہ طہ کرنے کے بعد ظفر کے رکتے ہی پچھلے دو افراد بھی رک گئے۔ ظفر نے پشت سے بیگ اتارا، اس کی چھوٹی جیب کی زپ کھول کر اس میں سے کچھ نکال کر بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے اسے کندھے سے لٹکا کر ہاتھ میں پکڑی اس شے کو چھیڑنے لگا جس میں سے ہلکی ہلکی سائیں سائیں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

تھوڑی کوشش کے بعد اس میں سے دھیمی سے انسانی آواز سنائی دی تو ظفر نے جھٹ سے اس باکس کو کان سے لگایا۔ وہ کافی دیر اسے کان سے لگائے کچھ سنتا رہا، اکمل اور سجاد چپ چاپ کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ماحول کا جائزہ لینے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

اس وقت نجانے کیسے جنگل کا شور ان کے ذہنوں پہ زیادہ اثر انداز نہیں ہو رہا تھا، شاید جان کا خطرہ محسوس کر رہے تھے یا کچھ اور۔ ظفر نے کچھ دیر بعد ٹرانسمیٹر کان سے ہٹا کر بیگ کندھے سے اتار کر اس میں رکھا

اور پھر بیگ دونوں کندھوں پہ پہن لیا جو حرکت میں آنے کی نشانی تھی۔

"چلو، میرا خیال ہے کام بن گیا ہے پھر بھی چیک کر لیں۔" اس نے کہا تو باقی دونوں بھی مڑے اور جدھر سے آئے تھے اسی رستے واپس ہو لئے۔ جلد ہی وہ لوگ اسی مقام پہ تھے جہاں سے لڑھک کر وہ رستے سے اترے تھے۔ اس نے دونوں کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھا۔ پہلے اپنا بیگ اتارا اور اسے اچھال کر رستے پہ پھینک دیا۔ خود تیزی سے نیچے ہو گیا، کچھ دیر یونہی رہنے کے بعد وہ سیدھا ہوا۔

اس نے اپنے ساتھی کے کندھے پہ تھپکی دی اور اچھل ہاتھ بڑھا کر چٹان پہ چڑھتا ہوا رستے پہ پہنچ کر لیٹ گیا، تیزی سے کروٹیں بدلتا ہوا وہ اسی چٹان کی جانب بڑھنے لگا جہاں وہ پہلے بھی کچھ دیر کھڑے باتیں کرتے رہے تھے، رستے میں اس کا جسم اپنے بیگ سے ٹکرایا تو اس نے بیگ تھام لیا۔ جلد ہی وہ دوبارہ اسی جگہ اکٹھے ہو چکے تھے لیکن اس بار وہ لوگ خاموش تھے اور بات چیت کے لئے ہاتھ مخصوص انداز میں متحرک۔ وہ تھپتھپاتے، ایک دوسرے کو مخصوص انداز میں ہدایات

دیتے آگے بڑھنے لگے۔ اچانک ایک جگہ پہاڑی ختم ہوئی اور وہ رکے۔ ظفر انہیں روک کر خود آگے بڑھا اور جب وہ لوٹا تو اس نے ظفر کو اشارہ کر کے پاس بلایا۔

"یہ وہی دراڑ ہے، اس میں سے رستہ دوسری طرف نکلتا ہے۔ پہلے میں جاتا ہوں، کاشن کے بعد تم اور پھر اگلے کاشن کے بعد سجاد۔" اس نے کہا اور اکمل کا جواب سنے بغیر وہ دراڑ میں گھس گیا۔

وہ چٹان کے سہارے آگے بڑھ رہا تھا، روشنی جلانے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ وہ دو سے تین منٹ ہی چلا تھا کہ چہرے سے کچھ مس ہوا تو وہ بدک کر چٹان سے ٹکرایا۔ اس کے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ وہ کچھ دیر تو دم سادھے کھڑا رہا، پھر بیگ اتار کر قدم آگے بڑھایا اور بیگ کو سٹرپ سے پکڑ کر گھمایا اور جب بیگ گھوم کر واپس آیا تو وہ چونک گیا۔ جو کچھ بھی اس کے چہرے سے ٹکرایا تھا، وہ بیگ کے ساتھ ہی آیا تھا۔ اس نے کڑوا گھونٹ بھرتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس چیز کو پکڑا اور پھر طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"کیا دن آ گئے، رسی بھی اژدھا لگنے لگی۔" وہ کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر رسی کو چھوڑ کر بیگ کی زپ کھول کر ٹٹولنے لگا۔ بیگ سے کچھ نکال کر بیگ کو کندھوں پہ سیٹ کیا اور ہاتھ بڑھا کر ٹٹولتے ہوئے رسی کو پکڑا اور بندر کی سی پھرتی سے رسی پہ چڑھنے لگا اور پانچ فٹ تک کی بلندی پہ پہنچ کر اس نے ہاتھ گھمایا، اگلے ہی لمحے وہ دھپ سے زمین پہ آ رہا، اس نے رسی کاٹ دی تھی۔ رسی ہاتھ میں پکڑے وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ دوسری رسی چہرے سے ٹکرائی اور تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھ میں رسی کے دو ٹکڑے تھے۔

اس کے منہ سے جھینگر جیسی کرخت آواز نکلی جو اس کے اپنے کانوں میں بھی سیٹی بجا کر گزر گئی اور پھر وہ آگے بڑھنے لگا۔ وہ اسی طرح آگے بڑھتا رہا کیونکہ جانتا تھا کہ اب اس کے ساتھی بھی دراڑ میں گھس آئیں گے۔ کچھ ہی دیر چلا ہو گا کہ دوبارہ چہرے سے کچھ ٹکرایا۔

"کیا بکواس، اتنی رسیاں۔ باراتیوں کے لئے لٹکا رکھی ہیں۔"

وہ جھلا کر بولا اور کھینچ کر رسی کی مضبوطی کا جائزہ لینے کی کوشش کی اور پھر بوکھلاہٹ کے مارے اس کے منہ سے چیخ نکل گئی، کوئی بھاری چیز

اس پہ آگری تھی۔ جیسے ہی وہ گرا، وہ بھاری چیز حرکت میں آئی اور تیزی سے اس کی ٹانگوں کے نیچے رینگ گئی۔ ابھی وہ اٹھنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ اس کی ٹانگوں کے گرد جیسے رسی کے بل آنے لگے اور لمحوں میں اس کی ٹانگیں جکڑی گئیں، اس کا ہاتھ تیزی سے گھوما مگر وار خالی گیا۔

اتنا تو وہ سمجھ گیا کہ رسی کے دھوکے میں اس بار سانپ پہ ہاتھ ڈال دیا تھا جس نے اس کے وجود کے گرد اپنا وجود مسلط کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اندھیرے میں ٹٹول کر سانپ کو فوری ڈسنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا لیکن زیادہ دیر ہونے پہ سانپ اس کے ہاتھ جکڑ کر ویسے ہی چہرے تک پہنچ جاتا۔

اس نے ہاتھ سر سے بلند کر لئے، ادھر سانپ اب کمر تک اسے اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا، نہ صرف لپیٹ میں لے چکا تھا بلکہ اسے اپنی ہڈیاں ٹوٹتی محسوس ہونے لگی تھیں۔ ہر لمحہ صدی محسوس ہونے لگا اور یوں لگا جیسے اسے دو ٹرالروں کے درمیان دے کر کچلا جا رہا ہو۔ درد کے مارے اس کے منہ سے چیخ نکلی اور دوبارہ ہاتھ گھوما، اس بار سانپ کو ضرب لگانے میں کامیاب ہوا اور ایک بار سانپ کی حرکت بند ہوئی۔

اسی وقت غضبناک پھنکار کے ساتھ سانپ نے جیسے اس کے جسم کو "مروڑ" کر رکھ دیا ہوا، اس کے منہ سے فلک شگاف چیخیں نکلنے لگیں اور پھر جھینگر کی تیز آواز، کہیں دور سے آتی سنائی دی۔ سانپ سینے پہ پہنچ چکا تھا اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ پسلیوں کا شاید پیس کر "آٹا" بنایا جا رہا ہے۔ اس کا دم گھٹتا چلا گیا اور منہ بے بسی سے کھلا، اور اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔۔ شاید۔۔ اس کی آخری ملاقات اس سانپ سے ہی ہونی تھی۔ موت سانپ کی شکل میں اس سے آ ٹکرائی تھی۔ اس کے ذہن میں آخری احساس بے بسی کا احساس تھا۔

* * *

لوتھر، مقامی میک اپ میں اپنی رہائش گاہ پہ موجود تھا اور فائلوں میں سر کھپا رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ سن کر اس نے سر اٹھایا۔ اس کا خاص آدمی سامنے کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے لطیف ؟۔ " وہ روانی سے مقامی زبان بولنے پہ قادر تھا۔

"پولیس آفیسر اقبال آیا ہے، کوئی خاص بات کرنی ہے۔ "لطیف نے کہا

"اسے مہمان خانے میں بٹھاؤ، دو کپ کافی کا کہہ دو۔ میں بھی آتا ہوں۔ "لوتھر نے کہا اور پھر فائلوں میں گھس گیا۔ لطیف اثبات میں سر ہلاتا ہوا رخصت ہو گیا۔ لوتھر پانچ سات منٹ فائل کے صفحوں کو پلٹتا اور پڑھتا رہا اور پھر اس فائل کو دوسری طرف رکھی ٹوکری میں رکھ کر میز پہ پڑی فائلوں کو دیکھا۔

"آج تم سب کو چیک کر کے ہی چھوڑوں گا۔ " وہ بڑبڑایا اور پھر کھڑا ہو کر انگڑائی لیتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا،

عمارت کے صدر دروازے کے پاس بنے مہمان خانے کی طرف چل دیا۔

"اقبال صاحب، ناچیز کو کیسے یاد فرمایا؟۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے گرمجوشی سے بانہیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

اقبال بھی پر خلوص انداز میں اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا۔ "بس ایک ضروری اطلاع دینی تھی جناب۔" اس نے الگ ہوتے ہوئے کہا۔

"بیٹھیں بیٹھیں۔ کافی بھی آرہی ہے آپ کی پسند کی۔" لوتھر مسکرایا۔

"شکریہ دانیال بھائی، آپ کی یہ بات بہت اچھی ہے کہ ہر کسی کی پسند یاد رکھتے ہیں۔" اقبال نے کہا تو لوتھر نے سینے پہ ہاتھ رکھ کر جھکا اور دونوں مسکرا دیے۔

"یقیناً وہ اطلاع بہت اہم ہو گی جس کی وجہ سے انسپکٹر صاحب کو خود آنا پڑا۔" لوتھر مسکرایا۔

"جی جناب بالکل۔" اس نے بات شروع ہی کی تھی کہ ملازم ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا تو اقبال چپ کر گیا، ملازم نے درمیانی میز پہ ٹرے رکھی۔

"تم جاؤ قادر، ہم سنبھال لیں گے۔" لوتھر نے ملازم سے کہا تو وہ سلام کر کے ادب سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

"تو کیا کہہ رہے تھے آپ؟" لوتھر ٹرے پہ جھکتے ہوئے مسکرایا۔

"آپ کو یاد ہو گیا کہ ایک بار میں نے آپ کو ایک شخص کے بارے میں بتایا تھا جو پراسرار گدھا، پراسرار گدھا چلا رہا تھا۔" اقبال نے کہا تو لوتھر کو جیسے کرنٹ لگا، وہ جھٹکے سے سیدھا ہوا، اس کی آنکھوں میں چمک ابھر کر معدوم ہو گئی۔

"آپ نے مجھے کہا تھا کہ آئندہ یہ الفاظ کہیں سنوں تو آپ کو اطلاع دوں۔" اقبال روانی میں بولے جا رہا تھا اور لوتھر یہ بات سن کر اور بھی بے چین نظر آنے لگا۔

"ضمیر نامی شخص سے جس انسان نے آخری ملاقات کی تھی اس کا نام ساحر گردیزی ہے، یہ کلیو مجھے آپ کی مہربانی سے ہی ملا تھا۔ ساحر دارالحکومت سے آیا ہے اور کافی اثرورسوخ کا مالک ہے۔ میں ضمیر کی موت کے سلسلے میں اس سے تفتیش کرنے گیا تھا، جیسے آپ نے راہنمائی کی ویسے ہی میں نے اس سے سوالات شروع کیے، اس نے یہی خاص جملہ یہی دہرایا تھا۔" اقبال اتنا کہہ کر چپ کر گیا۔

"پورا جملہ بتاؤ، کیا کہا تھا اس نے، کوئی لفظ بھی تبدیل کئے بغیر۔" لوتھر نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

اقبال چند لمحے سوچ میں ڈوبا اور پھر اس کے ہونٹ بڑبڑاہٹ کے سے انداز میں ہلنے لگے جیسے الفاظ کو ترتیب دے رہا ہو۔ "میں نے مَجھ ہی کہا۔ یہ تو نہیں کہا کہ کوئی پراسرار گدھا کھول کر لے جاؤ۔ یہی کہا تھا اس نے۔" اقبال نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہیں یقین ہے؟۔" لوتھر کی سانس کی رفتار تیز ہو رہی تھی۔

"جی یہی کہا تھا، مجھے یقین ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ جو لوگ یہ الفاظ ادا کریں وہ ملک کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں، اس بارے میں مجھے کچھ بتائیں گے آپ۔" اقبال نے اس کی طرف دیکھا۔

" اقبال، تم نہیں جانتے کہ تم نے ملک کا کتنا بڑا نقصان ہونے سے بچا لیا، میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا لیکن میرا وعدہ ہے کہ اس بااثر نوجوان کو شکنجے میں لے کر تمہیں ساری حقیقت بتا دوں گا، نہ صرف حقیقت بلکہ اس عظیم کامیابی پہ تمہیں حکومت کی طرف سے انعام بھی ملے گا۔" لوتھر نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا ورنہ اس کی ہتھیلیوں میں بھی پسینہ آ چکا تھا۔

"شکریہ دانیال بھائی۔" اقبال مسکرایا اور لوتھر کھڑا ہوا۔

"میں معذرت خواہ ہوں، یہ اطلاع بہت اہم ہے، ابھی ہیڈ کوارٹر یہ بات بتانی ہو گی، آپ کافی پی کر جایئے گا۔" کہتے ہوئے وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

"ان خفیہ اداروں کے بھی نرالے ڈھنگ ہیں۔ " اقبال بڑبڑایا اور پھر ٹیک لگا کر کافی کے گھونٹ لینے لگا۔ وہ بھی کافی ختم کر کے ہی جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

لوتھر واپس فائلوں والے کمرے میں داخل ہوا اور کمرے کو اندر سے مقفل کرتے ہوئے الماری کی طرف بڑھتا چلا گیا، الماری کے پٹ کھول کر اس نے عقبی حصے پہ مخصوص انداز میں پاؤں کی ٹھوکر ماری تو کٹک سے تختہ ایک طرف ہوا اور ایک بندے کے گزرنے کے لئے رستہ بن گیا، وہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔

تنگ سی راہداری میں چلتے ہوئے وہ راہداری کے آخر میں بنے اکلوتے کمرے میں گھسا۔ یہ کمرہ بھی دفتری لوازمات سے سجا نظر آرہا تھا۔ وہ مشرقی دیوار کے ساتھ لگی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری کھول کر اس میں سے ایک باکس نکالا اور پھر میز کی طرف پلٹا۔ باکس کو میز پہ رکھ کر مخصوص جگہ پہ دباؤ ڈالا تو باکس کا ایک حصہ اپنی جگہ سے کھسکا، اس نے اپنی آنکھ اس حصے پہ ٹِکا دی۔ اگلے لمحے کٹک کی آواز کے ساتھ باکس کھل گیا۔ اس میں ایک جدید ٹرانسمیٹر پڑا نظر آرہا تھا۔ اس نے

مطلوبہ فریکونسی سیٹ کی اور کال کرنے لگا۔ یہ سپیشل ٹرانسمیٹر تھا جس پہ فون کے سے انداز میں بات ہو سکتی تھی۔

"کیا بات ہے لوتھر؟۔" دوسری طرف سے سرد آواز سنائی دی۔

"باس، کیا یہاں کسی نئے ایجنٹ کو بھیجا گیا ہے؟۔" لوتھر نے پوچھا۔

"نہیں، تم کھل کر بات کرو۔" اس بار غصیلے انداز میں کہا گیا۔

"سس۔ سوری باس۔ یہاں کسی نے مخصوص کوڈ استعمال کیا ہے۔" لوتھر نے کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟۔" باس چیخ اٹھا۔

"مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں باس، ابھی ابھی انسپکٹر اقبال اطلاع دے کر گیا ہے۔" لوتھر بوکھلا گیا تھا۔

"کون ہے وہ شخص؟۔" باس غرایا۔

"باس اس کا نام ساحر گردیزی ہے۔" لوتھر نے کہا اور پھر اقبال کی بتائی ہوئی ساری بات باس کو بتادی۔

"ہوں۔ ہو سکتا محض اتفاق ہو۔" باس نے کہا۔

"یس باس۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" لوتھر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"نوجوان ہے، اس سے راز اگلوانا آسان ہو گا، پتا کرو کہ وہ کیا جانتا ہے اس بارے میں لیکن محتاط رہنا، اگر اتفاق ہے تو اتفاق ہی رہنا چاہیے۔" باس نے کہا اور پھر تفصیلی ہدایات دینی شروع کر دیں جنھیں سن کر لوتھر کی آنکھوں میں تیز چمک ابھرتی چلی گئی۔

☼

ہوٹل بلیو مون کا ہال کھچا کھچ بھرا تھا، کھانے کے وقت پہ یہ ہونا تو طہ تھا۔ جن کی میزوں پہ کھانا لگ چکا تھا، ان کے ہاتھ اور منہ چلنے کے ساتھ ساتھ زبان بھی متحرک تھی اور بڑی صفائی سے نوالہ منہ کی دائیں یا بائیں "دیوار" سے لگا کر چپڑ چپڑ کر رہی تھی۔ جن کی میزیں ابھی اس نعمت سے محروم تھیں، وہ ہنس ہنس کر باتیں کر کے کھانے کے لئے بنی بے چینی کو دور کر رہے تھے۔ آس پاس کی میزوں سے آنے والی کھانے کی خوشبو کی وجہ سے منہ میں آنے والا پانی روکنے کی کوشش بھی جاری و ساری تھی۔

ہال کا داخلی دروازہ کھلا، دروازے کے قریب والی میزوں پہ یکلخت سناٹا چھا گیا، اسکے دیکھا دیکھی ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ دروازے سے ایک

پٹھان داخل ہوا تھا جس نے روایتی پشتون لباس پہن رکھا تھا، سر پہ اونچے شملے والی بڑی سے پگڑی اور چہرہ معصومیت کا شاہکار، اس کے پیچھے بارعب شخصیت کا حامل نوجوان، جس کے پیچھے سیاہ لباس میں ملبوس، دو لمبے تڑنگے محافظ تھے۔ اس نوجوان کو دیکھ کر ہال میں موجود ہر صنف کی نظر اسی پہ جم سی گئی، جیسے وہ خوشنما پھول ہو اور ہر شخص شہد کی مکھی۔ وہ سب تیزی سے ایک میز کی طرف بڑھتے چلے گئے جو شاید ان کے لئے مخصوص کی گئی تھی۔

نوجوان کرسی کی طرف بڑھا تو پٹھان نے آگے بڑھ کر اس کے لئے کرسی پیچھے کھینچی، اور جیسے ہی نوجوان بیٹھا، اس کے اشارے پہ محافظ پھیل کر دیوار سے جا لگے اور پٹھان ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گا۔

"بیٹھ جاؤ بلطوط۔" نوجوان مسکرایا۔

"ص۔ صاحب۔ سب کے سامنے کیسے؟۔" پٹھان ہکلا گیا۔

"ارے بیٹھ جاؤ یار، اس سے میری بے عزتی خراب نہیں ہوتی۔" نوجوان نے کہا۔

"اَم کو ماف کرنا صاحب۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بڑبڑایا اور پھر ایک کرسی پہ ٹک رہا، ایسے لگ رہا تھا کہ اگر ہوا کا جھونکا بھی گزرا تو وہ کرسی سے گر پڑے گا۔

"یہ کون ہے؟۔" ایک ادھیڑ عمر شخص نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

"اوہ، یہ تو وہی ہے۔" اس کے ساتھی نے نوجوان پہ نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا کہ یہ وہی ہے؟۔" اس شخص نے حیرت سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ارے چھوڑو افضل۔ کھانا آنے والا ہو گا، میں ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا اور پھر اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ افضل اسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا، شاید وہ آج پہلی بار کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے گیا تھا جس پہ افضل حیران ہو رہا تھا۔

وہ شخص تیز تیز قدم اٹھاتا واش رومز کے قریب پہنچا اور پھر وہاں سے آگے بڑھا، اسے کسی خاموش کونے کی تلاش تھی جو جلد ہی مل گیا۔ اس نے موبائل نکال کر نمبر ملایا۔

"یس۔۔" دوسری طرف سے سرد آواز سنائی دی۔

"بابر بول رہا ہوں۔ ساحر گردیزی اس وقت بلیو مون ہوٹل میں ہے۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ پوزیشن کیا ہے؟۔" باس نے پوچھا۔

"اس کے ساتھ ایک بیوقوف سا پٹھان ہے، دو اسلحہ بردار محافظ۔"

"اوکے، ہم تو پوری تیاری سے اسے ہی تلاش کر رہے تھے۔ میں باس سے بات کرتا ہوں۔" جواب ملا اور کال بند ہو گئی۔ بابر کال بند کر واش رومز کی طرف بڑھ گیا۔ جلد ہی وہ ہاتھ دھو کر دوبارہ ہال میں داخل ہو چکا تھا۔ ساحر گردیزی کے سامنے کھانا لگایا جا چکا تھا، وہ اپنے ساتھ آئے پٹھان کے ساتھ کھانا کھانے میں مشغول تھا۔

اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے اور جلد ہی کھانا کھا کر وہ ہاتھ دھونے کے لئے واش رومز کی طرف چلا گیا۔

ہال کی زندگی دوبارہ پھڑک رہی تھی کہ اچانک خاموشی کے ساتھ ہی سسکاریاں بلند ہوئیں اور ایک اپسرا تازہ ہوا کے جھونکے کی طرح ہال میں آگے بڑھتی نظر آئی، "وجہِ سسکاریاں" یہ تھی کہ وہ دلہن کے سے لباس میں ملبوس تھی اور کسی اور سیارے کا پر کشش چاند محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے ہال میں نظر گھمائی لیکن کوئی میز بھی اس وقت خالی نہیں تھی۔ ہاں سب مرد ایک دوسرے کو ضرور گھور رہے تھے جیسے ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوں "اٹھ، جگہ دے ناں۔"

لڑکی نے سر گھما کر ہال کا جائزہ لیا، بہت سی میزیں ایسی تھیں جہاں ایک ایک کرسی خالی نظر آ رہی تھی کہ اس کی نظریں بطوط خان والی میز پہ جم گئیں جہاں تین کرسیاں خالی نظر آ رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں چمک لہرائی اور پھر وہ خود لہراتی ہوئی آگے بڑھی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟۔" اس نے دلآویز ادا سے جھکتے ہوئے پوچھا۔

"اَم کو کیا پتا۔ ہو سکتا تم بیٹھ سکتی۔ یہ بھی ہو سکتا کہ تم سے نہ بیٹھا جائے۔" بطوط نے الجھن زدہ آنکھوں سے لڑکی کی طرف دیکھا اور پھر شرما کر سر جھکا لیا۔

"میں سمجھی نہیں۔" لڑکی کی حیرت حقیقی تھی۔

"آپ بیٹھ سکتی ہیں محترمہ۔" ساحر سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"مگر یہ صاحب۔" لڑکی نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بطوط کی طرف اشارہ کیا۔

"چھوڑیں، ان سے بچیں۔" ساحر نے کہا اور مسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔

"کیا لیں گی آپ؟۔" ساحر نے پوچھا۔

"شکریہ، میں بس کافی پینے آ گئی لیکن آج بہت رش ہے یہاں۔" لڑکی نے ہال میں نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ ساحر نے ویٹر کو اشارہ کر کے پاس بلایا اور دو کافی اور ایک چائے کا آرڈر دیا۔

"صاحب۔ اَم تو کہتی ہے کتے پال لیں۔" بطوط نے اچانک کہا، وہ کافی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"بطوط، میں نے کہا ناں مجھے چار ٹانگوں والے جانور پسند نہیں۔" ساحر نے ناگواری سے منہ بنایا۔

"اَم دو ٹانگوں والے پھر کدھر سے لائے گی؟۔" بطوط نے سر ہلایا۔

"دو ٹانگوں والے کتے؟۔" لڑکی نے حیرت سے دونوں کی طرف دیکھا۔

" دو ٹانگوں والے بھی کُتی حرکتیں کرتی تو ہیں۔" بطوط نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا تو لڑکی کا منہ حیرت کے مارے کھل گیا، وہ کبھی بطوط کی طرف دیکھتی تو کبھی ساحر کی طرف۔

"بعد میں بات ہو گی تم سے۔ محترمہ، آپ...." ساحر نے رکتے ہوئے کہا۔

" آصفہ، آصفہ کمال۔" لڑکی نے ساحر کے رکنے پہ جھٹ سے نام بتایا۔

" آپ واقعی کمال ہیں، کیا کرتی ہیں آپ؟۔" ساحر نے پوچھا۔

"ڈیڈی کے پیسے اڑاتی ہوں بس۔" وہ مسکرائی۔

" صاحب۔ ام کہہ رہی ہے دو ٹانگوں والی....."

"ابے چپ۔ دیکھ نہیں رہے میڈم سے بات ہو رہی ہے۔" ساحر نے غصے سے ڈانٹا تو بطوط خان نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔ "چلو گاڑی کے پاس۔" ساحر نے اس بار ناگواری سے ڈانٹ دیا، اسے شاید بطوط کی بے وقت کی راگنی پسند نہیں آئی تھی۔ بطوط منہ بنائے، سر جھکائے اٹھا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"یہ کون ہے؟۔" آصفہ نے پوچھا۔

"ملازم ہے۔" ساحر نے منہ بنایا۔

"اوہ، میں تو سمجھی دوست ہو گا یا کوئی قریبی رشتہ دار۔ ایک ملازم اتنا بے تکلف؟۔" وہ حقیقی حیرت سے بولی۔

"پرانے ملازم اسی طرح کے ہوتے ہیں، ان کے پاس مالکوں کے کچھ راز ..... اچھا خیر۔ آپ کا لباس؟۔" ساحر نے اچانک بات بدل دی۔

"اوہ ہاں، مجھے دراصل یہاں کی کافی پسند ہے۔ ایک شادی سے واپس آ رہی تھی، ادھر سے گزر ہوا تو سوچا کافی پی جائے۔" لڑکی کھکھلا کر ہنسی

اور آس پاس کی میزوں پہ موجود ہر بیوی نے گھور کر رال ٹپکاتے اپنے شوہر کو دیکھا۔

"آپ کی مسکراہٹ تو جان لیوا ہے۔" ساحر کی رال بھی ٹپکنے کے لئے بے تاب تھی۔

"شکریہ، آپ کی شخصیت میں عجیب سا رعب ہے۔" آصفہ نے بے باکی سے کہا۔

"اجی میں تو گدھا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا اور لڑکی اچانک ٹھٹک گئی۔

"کیا ہوا؟" ساحر نے آنکھیں سکوڑتے ہوئے اس پہ نظر جمائی۔

"وہ۔ میرا ڈرائیور، کار کا ٹائر بدلوانے چلا گیا ہے، سوچ رہی تھی کہ واپس کیسے جاؤں گی۔" لڑکی مسکرائی۔

"یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ میں ڈراپ کر دوں گا۔" ساحر مسکرایا تو لڑکی نے اس کی طرف مر مٹنے والی نظروں سے دیکھا اور ساحر نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔ لڑکی شرما گئی۔

ساحر کے گارڈز ذو معنی انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تھے، ادھر ہال میں موجود ہر شخص بلکہ "انسانی خواہشات" جلنے کی بو پھیل رہی تھی، ساحر دنیا سے بے خبر، آصفہ کمال کے آنکھوں کی خبر گیری کے لئے نکل چکا تھا اور آصفہ کمال، وہ شرما شرما کر سمٹ رہی تھی۔

* * *

"یہاں تو کوئی بھی نہیں آیا ابھی تک؟۔" ایکس فور نے کہا۔

"میں نے تو ایکس تھری کو کال کرنے سے پہلے ہی کہا تو سوچ لو۔" ایکس فائیو کی طنزیہ آواز سنائی دی۔

وہ دونوں اس وقت ایک دراڑ میں موجود تھے، ایکس فور تو اس وحشت ناک شور سے تھکا ہوا تھا لیکن ایکس فائیو ہشاش بشاش تھا جیسے یہ شور اس کی شخصیت کا ہی ایک حصہ ہو۔

"اس وقت کال کرنے کے علاوہ کیا چارہ تھا؟ کیا ہم اپنی مرضی سے وہ جگہ چھوڑ دیتے؟۔" ایکس فور نے سخت لہجے میں کہا۔

"لہجہ سنبھال کر بات کرو، میں تمہارا ماتحت نہیں۔" ایکس فائیو غرایا اور ایکس فور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"میں یہ جملہ کہہ سکتا تھا، لیکن میں نے دل سے نہیں کہا، بس اطلاع دینے کے لئے کہا۔" ایکس فائیو نے 'ہی ہی' کرتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے ہماری ٹرانسمیٹر کال سن لی ہو گی۔ وہ لوگ بھی تو پوری تیاری سے آئے ہوں گے۔" ایکس فور نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ سب پہلے سوچنا تھا، اگر یہ آرڈر وغیرہ کا جھنجھٹ نہ ہوتا تو اب تک میں سب کچھ سمیٹ چکا ہوتا۔" ایکس فائیو نے ناگواری سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ انہوں نے جو پلاننگ چٹان کے ساتھ بیٹھ کر کی، وہ ہمیں الجھانے کے لئے تھی۔ انہوں نے جس رستے پہ جانا تھا اس کی بات کرنے کی بجائے جس رستے پہ نہیں جانا تھا، اس کی بات کی جس وجہ سے ہم نے ٹرانسمیٹر کال کی اور پھر وہ جگہ چھوڑ دی۔" ایکس فور نے

سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا جبکہ ایکس فائیو چپ ہی رہا جیسے اس کے لئے یہ "مضمون" نہ اختیاری ہو نہ لازمی۔

"ہمیں واپس جانا ہو گا، اسی وقت۔ ایکس تھری اس وقت خطرے میں ہے۔" ایکس فور نے تیز لہجے میں کہا۔

"تم نے پہلے بھی یہی کہا تھا۔ وہ لیڈر ہے، بچی نہیں۔" ایکس فائیو جیسے مسکرایا ہو۔

"اور سامنے دشمن ایجنٹ۔ چلو جلدی کرو۔" ایکس فور نے کہا۔

"کٹھ پتلی دوڑ۔" ایکس فائیو جھلائے ہوئے انداز میں دراڑ سے نکلا اور ایکس فور بھی اس کے پیچھے تھا۔

"پنسل ٹارچ روشن کر لیتے ہیں۔ میں جانتا ہوں وہ اس طرف آئے ہیں نہیں تو خطرہ کیسا پھر۔" ایکس فور نے کہا اور پھر جیب سے ٹارچ نکال کر جلائی۔

ٹارچ جلتے ہی محدود حد تک رستہ نظر آنے لگا تو وہ دونوں چلنے کی بجائے دوڑنے لگے۔ سات سے دس منٹ کے بعد وہ اسی دراڑ سے کچھ فاصلے پہ

پہنچ چکے تھے جہاں سے وہ لوگ پہلے روانہ ہوئے تھے۔ دونوں دراڑ کی طرف بڑھ گئے۔

دراڑ میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے وہ آگے بڑھتے چلے گئے کہ اچانک ایکس فور رک گیا۔ "اب تک وہ رسیاں ہم سے نہیں ٹکرائیں جو ہم لوگ لٹکی ہوئی چھوڑ کر گئے تھے، وہ یقیناً ہمیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔" اس کی سخت آواز سنائی دی اور تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ ابھی وہ تھوڑا سا ہی آگے گئے ہوں گے کہ دونوں کے پیر جیسے زمین نے پکڑ لئے۔ وہ یکلخت ہی ساکت ہو گئے تھے جیسے ہلنے پہ ان کی موت واقع ہو سکتی ہو، ٹارچ کی روشنی میں ایک بڑا سا اژدہا نظر آیا۔ یہ دیکھ کر ایکس فائیو کا ہاتھ جیب کی طرف رینگ گیا۔

"اژدھا۔ یہ شاید مرا ہوا ہے۔" ایکس فور کی آواز سنائی دی۔

"جا کر گلے لگ کر چیک کر لو، شاید مرا ہوا نہ ہو۔ اسی بہانے تم سے جان چھوٹ جائے گی۔" ایکس فائیو نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

ایکس فور نے جواب دینے کی بجائے زمین سے ایک پتھر اٹھا کر اژدھے

کی طرف پھینکا پتھر سیدھا اژدھے کو جا کر پوری 'محبت' سے لگا مگر اس کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

"مردہ ہے۔" ایکس فور نے کہا اور پھر تیزی سے اژدھے کی طرف بڑھ گیا۔

"بے وقوف۔ ہو سکتا ہے اژدھے کا بھی کوئی پلان ہو۔" ایکس فائیو واقعی اس کی حرکت سے بوکھلا گیا لیکن تب تک ایکس فور اژدھے کے پاس پہنچ چکا تھا، اس نے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور پھر پاؤں سے ہی اس کا جسم پلٹ کر جائزہ لینے لگا۔

"اس کا سر گولی سے اڑایا گیا ہے، وہ لوگ آگے نکل گئے ہیں، جلدی چلو۔" ایکس فور ہونٹ چباتے ہوئے بولا اور پھر تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

دونوں دوڑتے چلے گئے لیکن آگے جا کر دراڑ قدرے تنگ ہوئی تو انہیں رفتار کم کرنی پڑی، ابھی رفتار کم ہو رہی تھی کہ ایکس فور کا پاؤں کسی چیز میں الجھا اور وہ "اوہ" کی آواز نکالتا ہوا چٹان سے ٹکرایا، ایکس فائیو نے فوری بریک لگائی مگر ایک پتھر اس کی پیشانی سے ٹکرایا تو وہ چیخ مار پشت

کے بل زمین پہ گرا، اسی وقت تین سائے ذیلی دراڑ سے نکلے اور ان دونوں کے "سروں" کی مزید خدمت میں جٹ گئے۔

"یہ کیا؟۔ دھوکہ۔۔اوہ۔" ایکس فائیو کے منہ سے بے ساختہ الفاظ پھسلنے لگے اور پھر وہ دونوں بے ہوش ہوتے چلے گئے۔

* * *

لوتھر اپنی کار میں بلیو مون ہوٹل کے باہر پہنچ چکا تھا، اس وقت وہ نئے میک اپ میں تھا اور ساحر گردیزی کے لئے ہی وہاں پہنچا تھا۔ اسے اپنے ایک ماتحت کی طرف سے رپورٹ ملی تھی کہ ساحر گردیزی وہاں موجود ہے، ضروری انتظامات تو پہلے ہی کئے گئے تھے کیونکہ وہ کافی دیر سے اسے تلاش کر رہے تھے، وہ اپنے والے ہوٹل میں نظر نہ آیا تو انہوں نے لوگ پھیلا دیئے تھے۔ اب لوتھر بھی وہیں پہنچ گیا تھا۔ ہوٹل کے باہر کھڑے اسے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ موبائل پہ کال آنے لگی۔

"یس، لوتھر سپیکنگ۔" اس نے سخت لہجے میں کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سننے لگا۔

"تمہیں یقین ہے ایسا کرنا سود مند ہو گا؟۔" اس نے پوچھا۔

"اوکے، تم ساحر کا خیال رکھو، میں دیکھتا ہوں۔" اس نے دوسری طرف سے بات سننے کے بعد کہا اور کال بند کر دی۔

کچھ دیر وہ سوچ میں ڈوبا رہا اور پھر گاڑی آگے بڑھا لے گیا، جلد ہی وہ ہوٹل کی پارکنگ میں موجود تھا۔ اس کی متلاشی نظریں ایک پگڑی پہ رک گئیں اور وہ چونک گیا۔ وہ ایک روایتی شخصیت کا مالک پٹھان تھا جو کہ ایک گاڑی کے قریب سر جھکائے کھڑا تھا، پاؤں سے زمین کریدنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا کیونکہ پختہ فرش بہت بڑی رکاوٹ تھی۔

لوتھر کار سے نکلا اور تیزی سے اس پٹھان کی طرف بڑھا۔ قدموں کی آہٹ سن کر پٹھان نے سر اٹھایا، اس کے چہرے پہ غصہ اور بے بسی کے تاثرات دیکھے جا سکتے تھے۔

"ہیلو خان صاحب۔" لوتھر نے مقامی زبان میں کہا۔

"ایہہ لو جناب۔" پٹھان نے زبردستی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں، کیا بات ہے؟۔" لوتھر مسکرایا۔

"وہ امارہ صاحب۔۔ جان دیو، تم نہیں سمجھ سکتی۔" وہ بات کرتے کرتے رک گیا۔

"کسی نے ڈانٹ دیا کیا؟۔ مجھے بتاؤ، میں پولیس آفیسر ہوں، اس کی اچھی خبر لوں گا۔" لوتھر نے لہجے نرم کرتے ہوئے اس کے قریب ہو کر کہا۔

"امارہ صاحب کو تو وزیر کچھ نہیں کہہ سکتی، پولیس۔ ہونہہ۔" پٹھان نے منہ بنایا۔

"اوہ۔ لیکن تمہیں ڈانٹا کیوں؟۔" لوتھر نے کریدنا چاہا۔

"وہ۔ وہ۔ دراصل۔"

"گھبراؤ مت، کھل کر بتاؤ۔"

"تم ام کو پاگل سمجھے گی، صاحب اماری بات مان جاتی ہے لیکن آج سامنے ایک خوبصورت چڑیل بیٹھی تھی تو صاحب کا زبان ادھر ادھر لپک رہی تھی بس۔ ورنہ صاحب بہت اچھی چیز ہے۔"

"کچھ بتاؤ بھی۔ ہو سکتا ہے میں تمہاری مدد کر سکوں۔" لوتھر اس کی بکواس سے تنگ آ گیا تھا۔

"ہم کتے پالنا چاہتی ہے، بہت سے کتے، جو شکل اور کام سے "کتے " ہوں۔ "پٹھان نے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟۔ "

"امارہ نام کت۔۔ ہمم۔ ام۔ ماچھی۔ غلط لفظ نکل گئی، امارہ نام بطوط خان ہے۔ "بطوط نے بوکھلا کر کہا۔

"تو مسٹر بطوط۔۔ "

"کبر دار (خبر دار) جو ام کو مستری کہا۔۔ "

"مستری نہیں، مسٹر، یہ عزت کے لئے...... "

"ام کو ایسی عزت نہیں چاہیے جس سے پسینے کی بو آئے اور اینٹوں کی آواز آئے، رہن دیو۔ "

"اوکے، بطوط، اگر میں تمھیں بہت سے کتے لا دوں تو کیسا رہے گا؟۔ "

لوتھر نے کہا تو بطوط کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

"تم لوگوں کے کتے چوری کرتی ہو؟ کتا چور ہے تم؟۔" اس نے ایک قدم پیچھے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں پگلے....."

"اب تم ام کو بگلا کہہ رہی، جاؤ یہاں سے ورنہ 'تم سے برا' کوئی نہیں ہو گی۔" اس نے کہا تو لوتھر نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"کمال ہے، ایسا بندہ جو بیوقوفی میں بھی اگلے کی مٹی پلید کر دیتا ہے، ایسا سادہ لوح پہلی بار دیکھا ہے۔"

"جاؤ تم، امارہ صاحب آنے والی ہو گی۔"

"تم میرے ساتھ چلو، عیش کرادوں گا۔"

"اوہ۔ تو تم یہ دھندہ کرتی۔ ام بھی کہے کہ اتنا مٹھائی رس گلا کیوں ہو رہی ہو۔ آخ۔ تھو۔" بطوط نے نفرت سے فرش پہ تھوک دیا۔

لوتھر کی آنکھوں میں شعلہ لپکا اور دانت سے دانت ٹکرائے مگر وہ ضبط

کر گیا۔ "میرے پاس بہت سے کتے ہیں یار، ان سے ملواؤں گا۔ تم ان کا خیال رکھا کرنا، تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی اور میرے دوستوں میں اضافہ بھی، تنخواہ الگ....."

"کتنی تنخواہ؟۔" بطوط خان نے چونک کر پوچھا۔

"تیس ہزار ماہانہ۔"

"ام کو نہیں منظور۔"

"تو تم بتاؤ، کتنی تنخواہ چاہتے ہو؟۔"

"ساڑھے چار سو روپیہ دہاڑی لے گا اور روز کا تین پیکٹ نسوار، بولو، ہے منظور؟"

لوتھر حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس نمونے کو دیکھے جا رہا ہے۔ "حد ہی بھئی۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر بطوط کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

"کنجر.. راجولوشن۔" بطوط خان نے خوشی سے منہ پھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ پہلا لفظ تیزی سے دوسرے الفاظ سے ملا لیا کرو، اکیلا لفظ اچھا نہیں

لگتا۔ by the way,congratulation ..May your soul rest in peace soon"۔ لوتھر مسکرایا۔

"ہی ہی۔ چُوٹا چُوٹا پیں۔ ٹکڑی۔ سوہن حلوہ ملا کے۔ ریشٹ۔"

بطوط خان نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے قہقہہ لگایا اور دونوں لوتھر کی کار کی طرف چل دیئے۔

لوتھر کی کار جیسے ہی پارکنگ سے نکلی، ایک چھوٹی سی کار اس کے پیچھے نکل پڑی تھی۔ کار میں ایک ہی آدمی سوار تھا جس کے چہرے پہ گہری سنجیدگی تھی جیسے اس کی پیدائش کا مقصد سنجیدہ رہنا ہی رہا ہو۔ پارکنگ ایریا سے نکل کر اس کا رخ لوتھر کی گاڑی کی طرف ہی تھا۔

* * *

اکمل نے جیسے ہی ظفر کی چیخ سنی، وہ بوکھلا گیا، اس نے جلدی سے بیگ اتارا اور ٹارچ نکال کر روشن کی، بیگ وہیں چھوڑے وہ دراڑ میں دوڑتا چلا گیا، جلد ہی اسے ظفر زمین پہ گرا ہوا نظر آیا اور پھر اس نے وہ روح فرساں منظر دیکھا، ایک بڑا سا سانپ تیزی سے ظفر کو لپیٹ میں لے رہا تھا، ظفر کے دونوں بازو سر کی طرف اٹھے ہوئے تھے، وہ حتی الوسع ہاتھوں کو آزاد رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کا ہاتھ تیزی سے گھوما اور ایک بار سانپ دوسری طرف گرا مگر وہ دوبار غضبناک پھنکار کے ساتھ پلٹا اور ظفر کے سینے تک پہنچ گیا، ظفر کی چیخیں نکلنے لگیں تھی، سانپ

نے اس کے سینے کو دبانا شروع کر دیا تھا، ادھر اکمل پسٹل نکال چکا تھا لیکن جو صورتحال تھی، اس میں فائر کرنا بہت مشکل تھا، گولی ظفر کو بھی لگ سکتی تھی۔

اکمل تیزی سے آگے بڑھا، اس نے نپا تُلا رسک لینے کا فیصلہ کر لیا تھا، سانپ پھن اٹھائے، ظفر کو بھرپور 'بوسہ' دینے کی تیاری میں نظر آرہا تھا اور ظفر لاشعوری طور پہ ہاتھ اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن سینے پہ پڑنے والے دباؤ کے باعث وہ ناکام ہو رہا تھا۔ اکمل، ظفر کے قدموں والی سائیڈ پہ آکر بیٹھا اور ٹارچ کی روشنی میں سانپ کے سر کا نشانہ لیا۔ ایک بار تو اس کا دل دہل گیا کیونکہ ظفر سر اٹھاتا تو وہ بھی شکار ہو سکتا تھا لیکن اس نے لمحہ ضائع کئے بغیر ٹریگر دبایا اور ٹرچ کی آواز کے ساتھ سانپ لہرا کر ظفر کے چہرے پہ گرا اور ظفر کی چیخ ایک بار پھر گونج کر رہی گئی، اس کے بعد جنگل کا وہی مکروہ شور۔ اکمل تیزی سے ظفر کی طرف بڑھا، تب تک سجاد بھی، اکمل کا بیگ تھامے وہاں پہنچ چکا تھا۔

اکمل نے، ظفر کے ہاتھ سے خنجر نکال کر سجاد کی طرف بڑھایا، ٹارچ بھی اسے تھمائی اور پھر سانپ کو سر والی سائیڈ سے پکڑ کر آرام سے رول

کرنے لگا، جلد ہی ظفر کا وجود اور سانپ کا وجود الگ الگ ہو چکے تھے، ظفر کی بے ہوش ہو چکا تھا، شاید سانپ نے خوب خدمت کی تھی۔

"تم نے اتنی دیر کیوں لگا دی؟۔" اکمل نے ظفر کی سانس چیک کرتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کو پسٹل تانے دیکھا تو یہی مناسب لگا کہ چپ چاپ کھڑا رہوں۔" سجاد نے جواب دیا۔

"گڈ، تم نے اچھا کیا۔" اکمل نے کہا۔ "یہ بے ہوش ہے، اٹھا کر لے جانا ہو گا، ہو سکتا ہے کوئی پسلی ٹوٹ گئی ہو۔"

"چلیں، مل کر اٹھا لیتے ہیں۔" سجاد نے کہا، انہوں نے اپنے اپنے بیگ کندھوں پہ ڈالے، ظفر کا بیگ بھی سجاد نے اپنے کندھے پہ ڈال لیا اور پھر دونوں نے ظفر کو اٹھا کر چلنا شروع کر دیا۔ اب ٹارچ اکمل کے ہاتھ میں تھی کیونکہ وہ آگے چل رہا تھا۔

"ہمیں جلد سے جلد اس دراڑ سے نکلنا ہے، ہو سکتا ہے اس کی چیخ کہیں سنی گئی ہو، مصیبت میں پڑ سکتے ہیں۔ ہمیں اسے بھی سنبھالنا ہے اور مشن

بھی پورا کرنا ہے۔" اکمل نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"انہوں نے دشمن کو جھانسا اچھا دیا تھا۔" سجاد نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"ہاں، لیکن اب ہمیں آگے کی سوچنی چاہیے، اب ذمہ داری ہماری ہے۔" اکمل نے کہا۔

وہ چپ چاپ تیزی سے دراڑ میں سے نکلتے چلے گئے اور جلد ہی وہ دراڑ سے نکل کر قدرے کھلی جگہ پہنچ گئے، یہ ایک چھوٹے سے غار کا دہانہ تھا۔

"اس غار میں رکنا خطرے سے خالی نہیں۔" اکمل نے کہا اور وہ غار سے نکل کر پنسل ٹارچ گھما کر علاقہ دیکھنے لگے، لیکن اس ٹارچ کی دسترس ہی کتنی تھی پھر بھی قریب ہی ایک اور اندھیرا دائرہ محسوس کر کے اکمل نے اشارہ کیا اور دونوں نے ظفر کو پتھریلی زمین پہ لٹایا۔ "تم یہی رکو، میں دیکھ کر آتا ہوں۔" اکمل نے کہا اور جواب سنے بغیر اس اندھیرے دہانے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سجاد نے غور کیا تو اسے بہت حیرت ہوئی، جنگل کے کیڑوں کا شور

بتدریج کم ہوتا محسوس ہو رہا تھا جیسے کیڑے ایک ساتھ چپ کا روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں، اس کے باوجود ابھی کافی شور تھا۔ اگرچہ رات اب ڈھل رہی تھی لیکن شور کی کمی کے لئے یہ تو کوئی بڑی وجہ نہ تھی۔ اسے وہاں رکے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے کہ سرسراہٹ سن کر وہ بدک گیا۔ اس کا ہاتھ جیب میں داخل ہوا اور سائلنسر لگے پسٹل کے ساتھ ہی باہر نکلا۔

"میں ہوں، اکمل۔ خطرہ ہے۔" اس نے دھیمی آواز سنی اور تیزی سے زمین پہ لیٹ گیا۔

"کیا وہ لوگ واپس لوٹ آئے؟" سجاد نے سرگوشی کی۔

"نہیں، یہ اور لوگ ہیں، حیرت ہے، یہاں یہ سب کیسے۔" کہتے ہوئے اسے خاموش ہونا پڑا کیونکہ قدموں کی دھمک محسوس کی جاسکتی تھی۔ جلد ہی ان سے تھوڑے سے فاصلے پہ تین افراد تیزی سے اسی غار کی طرف بڑھتے نظر آئے جہاں سے کچھ دیر پہلے وہ باہر نکلے تھے۔

"میرا خیال ہے ظفر کو اس غار میں لٹا آئیں جسے میں دیکھ کر آیا ہوں اور

پھر ہمیں اسی غار کے باہر رک کر انتظار کرنا چاہیے، اگر یہ ہماری تلاش میں ہیں تو خالی دراڑ دیکھ کر لوٹ آئیں گے، پھر دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔" اکمل نے کہا۔

انہوں نے ظفر کو اٹھا کر غار کی طرف بڑھنا شروع کیا، ظفر کے بھاری بھرکم جسم کو اٹھا کر پتھریلی اور ناہموار سطح پہ چلنا آسان نہ تھا لیکن کام تو پورا کرنا ہی تھا، اچھی خاصی ٹھنڈ کے باوجود وہ جیسے مئی جون کے مہینے کو برداشت کر رہے تھے۔

"میرا خیال ہے میں وہاں نگرانی کرتا ہوں، تم یہاں رکو، انسان بھی ہیں یہاں اور جانور بھی۔ پھر سے کوئی حملہ آور نہ پہنچ جائے۔" اکمل نے ظفر کو ایک محفوظ جگہ پہ لٹا کر مڑتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔" سجاد نے کہا تو اکمل باہر رینگ گیا، سجاد نے طویل سانس لیا اور پھر غار کے دہانے کی طرف بڑھ گیا۔

اسے اس وقت سگریٹ کی بہت طلب ہو رہی تھی لیکن رات کے درمیانی حصے سے لے کر اب تک وہ اس "حرکت" سے معذور تھا۔ وہ

احکامات کی پیروی کے لئے یہ سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔ کافی دیر بعد اسے سکون سے بیٹھنے کا موقع ملا تو ذہن میں سب کچھ گھومنے لگا۔

"تم لوگ پوائنٹ نمبر چھ کے پیچھے موجود پہاڑی سلسلے تک پہنچو گے، وہاں چھوٹی بڑی، بہت سی غاریں ہیں۔ ایک چٹان ایسی ہے جس کی شکل انسانی چہرہ کا سا گمان پیدا کرتی ہے۔ اس چٹان سے دائیں ہاتھ پہ چوتھی غار سے کلیو ملے گا۔ اس تک پہنچنا یقیناً آسان نہ ہو گا۔ اگر آج رات ہی پہنچ گئے تو مشن مکمل ہو جائے گا اور اگر روشنی پھیلنے تک نہ پہنچ سکے تو پورا دن خود کو دشمن سے بچاتے ہوئے گزارنا پڑے گا اور پھر اگلی رات یہ کام کرنا ہو گا۔ تمہارا ٹارگٹ ایک فائل ہے جس کا کوڈ نیم ڈبل جی فور ہے۔ ظفر ٹیم کو لیڈ کرے گا۔" یہ ہدایات ان کو پچھلی شام دی گئی تھیں اور وہ کافی دیر تک سر جوڑے منصوبہ سازی کرتے رہے، بلآخر رات تین بجے وہ اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور اب تک بس بھاگ دوڑ ہی جاری تھی، اب جا کر تیسری پارٹی بھی سامنے آگئی تھی جس پہ وہ دونوں ہی حیران تھے، ظفر ہوش میں ہوتا تو وہ بھی ضرور حیران ہوتا کہ ایسی کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ وہاں تیسری پارٹی بھی ہو گی۔

اپنے مقابل پارٹی کے بارے میں تو وہ بخوبی جانتے تھے۔ یکایک چیخ کی آواز سنائی دی اور سجاد کو غیر ارادی طور پہ جھٹکا لگا، اس کے جسم میں سرد لہر دوڑتی چلی گئی اور وہ گھبرا کر کھڑا ہوا۔ ٹارچ تو وہ جلا نہیں سکتا ہے، آنکھیں پھاڑے اس طرف دیکھ رہا تھا جس طرف اکمل کو ہونا چاہیے تھا۔ اس چیخ کے بعد دوبارہ کوئی انسانی آواز سنائی نہ دی، اسے یہ خاموشی پرہول محسوس ہونے لگی۔

پہاڑی علاقہ، غار، کیڑے مکوڑوں کا گھٹتا ہوا شور، کچھ دیر پہلے ظفر پہ اژدھے کا حملہ، اس کی بے ہوشی اور اب ایک اور چیخ.... یہ سب کچھ بھوت بن کر اس کے حواس پہ چھانے لگا اور اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ برسوں کا بیمار ہو۔ کھٹکا سن کر گھبرا کر پلٹا اور کٹاک سے اس کے سر پہ کچھ لگا، وہ ہوائی گالی دیتا ہوا لہرایا اور دھڑام سے چٹان پہ گرا، اس کا سر پتھریلی زمین سے ٹکرایا اور وہ تڑپ کر ساکت ہوتا محسوس ہوا۔

*

دن دبے پاؤں زوال کی طرف چل رہا تھا، کاروباری سرگرمیاں اس وقت عروج پہ تھیں۔ سیاحی آمدورفت کے علاوہ علاقے کے افراد بھی اس وقت مارکیٹ میں ہی موجود رہتے تھے، کچھ چیزیں بیچنے کے لئے تو کچھ ضروریاتِ زندگی خریدنے کے لئے۔ پہاڑی علاقے کے یہ لوگ بہت ہی جفاکش، وفادار، ہنس مکھ ہونے کے ساتھ ساتھ سادہ طبیعت کے مالک تھے علاوہ کاروباری افراد کے۔ کاروبار کی حد تو ٹھیک لیکن جن کا فرقہ ہی "کاروبار" ہوتا ہے ان کے لئے یہی ثانوی یا بنیادی مذہب کا روپ بھی دھار لیتا ہے۔ یہی صورتحال وہاں کے بینکوں کی بھی تھی۔

شروعات میں یہاں صرف ایک حکومتی بینک ہوا کرتا تھا، جیسے جیسے

مارکیٹ بڑی ہوئی ویسے ویسے نجی بینکوں کو اس طرف کشش محسوس ہوئی، ایک سے بڑھ کر ایک سروس کے ساتھ بینک یوں ٹوٹ پڑے جیسے "باپ کا مال" ہو۔ "مال" تو گاہکوں کا تھا لیکن وارے نیارے بینکوں کے۔ سرکاری بینک کی حالت سوکھی گنڈیری جیسی ہو رہی تھی اور نجی بینک رس بھرے گنوں کا کھیت بنتے چلے جا رہے تھے۔

اس وقت بینک المسلم، جو کہ شرعی طور پہ جائز "فِکس" منافع دیتا تھا، اس کے اندر باہر "جائز منافع" خوروں کے علاوہ مختلف اقسام کے لوگ موجود تھے۔ بینک کے سامنے ایک ویگن رکی، اس میں سے دو لمبے تڑنگے افراد بر آمد ہوئے۔ وہ مکمل ہوش و حواس میں نظر آ رہے تھے اور حد سے زیادہ محتاط بھی۔ انہوں نے جینز کی پینٹوں پہ سیاہ شرٹیں پہن رکھی تھیں جنہوں نے گردن کے تھوڑے سے حصے اور ہاتھوں کے علاوہ سارا جسم ہی ڈھانپ لیا تھا۔ شرٹ کے اوپر کھلا کوٹ بھی تھا جو بظاہر بہت ہی عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ ان کے اترتے ہی ویگن آگے بڑھی اور ایک کار رکی، اس میں سے بھی ایسے ہی دو افراد اترے۔ ان کے اترنے تک پہلے دو افراد بینک کے داخلی دروازے تک پہنچ چکے

تھے۔ پھر جب پچھلی کھیپ کے دو افراد داخلی دروازے کی سیڑھیوں تک پہنچتے تو ایک اور کار رکی اور تین افراد اترے اور داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ پہلے چار افراد لباس میں ایک جیسے تھے، آخری دو عام لباس میں تھے اور وہ داخلی دروازے سے ذرا ہٹ کر، باہر ہی رک گئے تھے۔

پہلے دو افراد سیدھے مینجر سے ملنے چلے گئے، دوسرے تین میں سے ایک کیش کاؤنٹر کے قریب اور دوسرا داخلی دروازے سے ذرا ہٹ کر اور تیسرا سٹنگ ایریا میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد مینجر روم کی طرف سے شور بلند ہوا تو داخلی دروازے کے پاس کھڑا شخص تیزی سے حرکت میں آیا اور اندر موجود، ادھیڑ عمر محافظ پہ جھپٹا اور اچھال کر دروازے سے دور پھینکتے ہوئے دروازے کا آٹو میٹک لاک گھما دیا۔ اب شیشے کا دروازے توڑ کر ہی اندر داخل ہوا جا سکتا تھا۔

تب تک کیش کاؤنٹر والا شخص کوٹ سے ٹامی گن نکال کر "پیچھے ہٹ کر لیٹ جاؤ" کا نعرہ لگا چکا تھا اور لوگوں ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے تھے، ہر ایک چہرہ یرقان زدہ نظر آنے لگا تھا، مردوں کے ہونٹ تو خشک

ہوئے ہی تھے، خواتین خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرنے کے چکر میں لپ سٹک چاٹ گئی تھیں۔

محافظ کو اچھال پھینکنے والا فوری طور پہ دروازے کے ساتھ بنی ہوئی محافظوں کی چھوٹی سے "کمین گاہ" کی طرف بڑھا اور لات مار کر دروازہ کھولا، اس کمین گاہ میں مشکل سے ایک آدمی کھڑا ہو سکتا یا بیٹھ سکتا تھا، لہذا دروازہ اندر موجود محافظ کے منہ پہ لگا اور وہ مخالف دیوار سے ٹکرایا، تب تک حملہ آور اپنی گن نکال چکا تھا، اس نے نال سے گن پکڑی اور گھما کر محافظ کے سر پہ دے ماری۔ سفید بالوں کو گنتے رہنے والا شخص چیخ کر دوبارہ دیوار سے ٹکرا کر دھڑام سے کرسی پہ گرا اور پھر دیوار اور کرسی کے درمیان گھڑی کی صورت میں پڑا رہ گیا۔

اتنی دیر میں سٹنگ ایریا میں موجود اس کے ساتھی نے دروازے سے دور پھینکے گئے محافظ کی پیٹی سے لٹکے ہولسٹر میں سے بغیر میگزین کے پستول کی حنوط شدہ لاش پہ قبضہ جما لیا تھا۔ مینجر کو باہر لایا جا چکا تھا اور اس کی کنپٹی پہ پسٹل رکھتے ہوئے کیش کیبن کھلوایا گیا اور پھر محفوظ سیف، جس میں کیش رکھی گئی تھی۔

سٹنگ ایریا میں تمام افراد اوندھے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک جوان نے کروٹ بدلی اور طویل سانس لیتے ہوئے چھت پہ نظریں گاڑ دیں۔ وہ یوں منہ چلانے لگا جیسے جگالی کر رہا ہو۔ "کس مصیبت میں پھنسا دیا باس۔" وہ بڑبڑایا۔

"اوئے، تھوبڑا نیچے کر۔" سخت آواز سن کر وہ کانپ کر رہ گیا۔

"مم۔ نہیں ہو رہا، سپرنگ کا مسئلہ بن گیا ہے شاید۔" نوجوان بوکھلایا ہوا تھا۔

"کیا بکواس کر رہا ہے؟۔" وہ دھاڑا۔

"میرا تھوبڑا گھ۔۔ گھر رہ گیا۔ یہ بب۔ باس کا ہے۔"

"چل الٹا لیٹ۔ ورنہ گولی مار کر منہ پہ ایک اور سوراخ بنا دوں گا۔"

"کیا ہوا؟ کیوں چیخ رہے ہو؟۔" دوسرے حملہ آور کی اکتائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اس نے کروٹ بدل لی ہے۔ حرام خور۔" پہلا چیخا۔

"اوہ، اس کے پانچ۔۔۔میرا مطلب کان کے نیچے لگے گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔" دوسرا شخص بات کرتے کرتے رکا تھا جیسے کچھ غلط منہ سے نکلنے لگا ہو۔

اس کی بات سن کر نوجوان کی آنکھیں سکڑ گئیں اور وہ ایک کا چہرہ دیکھتے ہوئے الٹا لیٹ گیا۔ اس بار اس نے خود ہی سر جھکا لیا تھا اور دوبارہ اوپر نہیں دیکھا۔ وہ اس بات پہ حیران ضرور تھا کہ یہ کوئی پرفیکٹ ڈاکہ نہیں تھا، بہت سے جھول تھے جن میں سے سب سے بڑا جھول کہ الارم سسٹم پہ دھیان نہیں دیا گیا جو کہ ہر بینک میں موجود ہوتا ہے، دوسرا پولیس ابھی تک نہیں پہنچی تھی جبکہ اس کے خیال میں کسی نہ کسی نے الارم کا بٹن دبا دیا ہو گا جو خفیہ آفس میں نشاندہی کر دیتا ہے کہ فلاں بینک میں کوئی ایمر جنسی ہے پھر اس شخص نے "پانچ" لفظ استعمال کیا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ لوگ ایک ایک کر باہر نکلتے چلے گئے لیکن جانے سے پہلے سب کی آنکھوں میں آنسو چھوڑ گئے تھے۔ جدائی کہ نہیں، دھویں والے بم پھینک کر۔ یہ نوجوان کی نظر میں اگلے لیول کا کام تھا، ظاہر ہے

دھویں والے بم کسی بھٹے کی چمنی سے دھواں بھر کر تیار تو کئے بھی نہیں گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد پولیس بھی پہنچ گئی اور پھر جو پہلے الٹے لیٹے تھے، اب ویسے لٹکائے گئے تھے کہ جب تک پولیس اجازت نہیں دے، باہر نہیں جاسکتے لیکن وہ نوجوان کسی سے بات کراتے ہی باہر نکل گیا تھا۔

باہر اس کی مہنگی کار کھڑی تھی جس بیٹھ کر اس نے انجن سٹارٹ کیا اور پھر گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے کال ملائی، کافی دیر تک کوشش کرنے کے باوجود اس کی کال نہ سنی گئی تو اس نے کار ایک طرف روکی اور وائس میسج ریکارڈ کرنا شروع کر دیا۔ میسج ریکارڈ کرنے کے بعد اس نے contact list میں سے بطوط خان کا نمبر دیکھا اور وہ پیغام بھیج دیا، اب اس کی چہرے پہ سکون ہی سکون تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

* * *

لوتھر اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ بطوط خان کو آتے ہی اس نے کتے دیکھنے کے لئے ایک ملازم کے ساتھ بھیج دیا تھا۔ خود وہ کہنیوں پہ شکل ٹکائے گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اسے انٹر کام پہ اطلاع ملی کے کتوں کے درشن ہو چکے ہیں تو وہ اٹھ کر مہمان خانے کی طرف چل دیا۔

"کیسے لگے کتے؟۔"

"بالکل اپنے لگے صاحب۔ خالص کتے ہیں صاحب، انسانوں کی صحبت سے پاک۔" بطوط نے سر ہلایا۔

اس کی بات سن کر لوتھر حیرت سے ذرا تھم گیا۔" بہت گہری بات کر دی خان صاحب۔"

"ام ماچھی چاہتی ہے صاحب، کبھی کبھی زبان بے غیرت ہو جاتی ہے تو بکنے لگتی ہے۔" بطوط نے کہا۔

لوتھر نے جواب دینے کی بجائے انٹر کام کا ریسیور اٹھایا۔ "لزا کو بھیجو۔" کہتے ہوئے اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"نئی کتی۔۔۔۔" بطوط بڑبڑایا۔

"میری ملازمہ ہے۔" لوتھر کی ہنسی چھوٹ گئی۔ وہ بطوط کے مزاج کو سمجھنے لگا تھا ورنہ شاید یوں لطف اندوز نہ ہو رہا ہوتا۔

"اوہ۔ ام۔ ام سواری۔ ایسی نام تو انگریز کتوں کی رکھتی ہے۔" بطوط بوکھلا گیا۔

"وہ بھی غیر ملکی ہے لیکن انسان ہے۔" وہ مسکرایا۔

"ایک دیسی بندے کی بدیسی ملازمی۔" بطوط نے کہا۔

لوتھر نے کسی مقصد کے لئے لزا کو بلوایا تھا لیکن بطوط بھی ایسا شخص ثابت ہو سکتا تھا جس پہ وار اثر ہی نہ کرتا۔ دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت لڑکی اندر داخل ہوئی۔

"حکم باس۔" اس نے لوچ دار آواز میں پوچھا۔

"ان سے ملو، بطوط خان۔ اور بطوط خان یہ ہے لزا۔"

"اوہ۔ تو یہ ہے جو کتی نہی اے۔"

بطوط نے ادب سے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے سلام کیا تو لزا، جو کہ مقامی زبان سمجھتی تھی، اس کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن لوتھر کے اشارہ پہ وہ سنبھل گئی اور پہ دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ بطوط خان کی طرف بڑھی اور پھر اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"ام تم کو پہلے ہی بتا دیتی ہے، کچھ بھی ہوا تو چودہ ٹیکہ تم کو ای لگے گی، ام بہت زہریلی اور کتی چیز ہے۔"

اس نے ناصح کے سے انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا مگر لزا ہنس دی، وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بطوط کا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں کی طرف بڑھایا۔

"تم لوگ بہت محنت کش ہوتے ہو، محنتی ہاتھ مجھے بہت پسند ہیں۔" لزا نے مر مٹنے والے لہجے میں کہا۔

"ام بہت محنت کرتی ہے، اس ہاتھ سے کتوں کا واش روم دھوتی ہے، اس ہاتھ سے ان کا ناک صاف کرتی ہے۔ یہ پہلے چومو، اس میں زیادہ برخت برخت (برکت)۔"

بطوط کا دوسرا ہاتھ، پہلے سے بھی پہلے اس کے ہونٹوں کے قریب پہنچا مگر یہ سننا تھا کہ لزانے یوں ہاتھ چھوڑا جیسے طاعون زدہ چوہا ہو اور بڑی مشکل سے ابکائی روکی۔

"بطوط۔ تمہارے مالک کا نام کیا ہے؟۔" لوتھر زبردستی مسکرایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ایک پاگل کے ہتھے چڑھ گیا ہے اور جتنی ڈھیل دے گا اتنے ہی ان کے پیچ "ڈھیلے" کئے جائیں گے۔

"ساحر گردیزی لیکن تم کیوں پوچھ رہی؟۔" بطوط چونک گیا۔

"میں نے سنا ہے کہ دار لحکومت کا بہت بڑا غنڈہ ہے۔" لوتھر نے کہا۔

"ام یہ تو نہیں جانتی کہ وہ غنڈی ہے یا نہیں، ام یہ جانتی ہے کہ اس کے سامنے غنڈی بھی غنڈی نہیں رہتی۔" بطوط نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"کیا وہ کوئی سرکاری افسر ہے؟۔"

"سرکار سے تو صاحب کو چڑ ہے، وہ کہتی کہ سرکار مکمل بیکار۔" بطوط نے منہ بنا کر کہا۔

"پھر وہ کام کیا کرتا ہے؟۔"

"وہ کتوں کا ڈاکٹر ہے اور اپنے ابا کا خون بھی چوستی ہے۔" بطوط نے کہا۔

"یہاں کیوں آئے ہو تم لوگ؟۔" لوتھر اس کے باتوں پہ تبصرہ کر کے پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔

"اماری حیرت امارے پیٹ میں بھونک رہی ہے، تم یہ سب پوچھ کیو رہی ہے؟ ام کو بھی سمجھا دیو۔" اس نے پیٹ پہ ہاتھ مارتے ہوئے پریشانی سے کہا۔

"یہ ضروری ہے بطوط، میں تمہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ تمہارے مالک کو اچھی طرح جان لوں اور پھر تمہارے لئے اس سے بات کروں۔" لوتھر نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ۔ اب ام سمجھی۔ لل۔ لیکن۔ ام۔ ام۔" اس کی آنکھیں چمکیں اور وہ شرما کر سکڑ گیا۔

"کیا مطلب ؟ کیا ہوا؟۔" لوتھر نے حیرت سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ام پہلے کتی۔ مم۔ میرا مطلب ہے لڑکی دیکھے گا۔ ماچھی، غلط بات منہ سے نکل گئی۔ کتوں سے واسطہ پڑتی ہے اس وجہ سے زبان پھسل جاتی۔"

"لڑکی؟۔ کس لئے؟۔" لوتھر نے بے اختیار پوچھا۔

"وہ تم۔ امارہ۔ تم۔ امارہ پینٹ پیلا کرانا چاہتی ہے، اس واسطے۔" وہ شرما کر مزید سکڑ گیا جیسے گٹھڑی بننے کا ارادہ ہوا اور لوتھر چند لمحے تو بات سمجھنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر وہ قہقہہ لگا کر ہنسا، لڑکی برے برے منہ بنا کر بطوط کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"گندہ کہیں کا، ہاتھ پیلے ہوتے ہیں اور وہ بھی لڑکیوں کے۔" وہ بڑبڑائی۔

"امارے قبیلے میں لڑکیوں کے ہاتھ اور لڑکوں کے پاؤں پیلے ہوتی ہیں مگر مرد۔ مرد تو شیر ہوتی، مرد کی پینٹ......."

"رہنے دو۔ رہنے دو۔" لوتھر نے ہنستے ہوئے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر مصنوعی کھانسی کا سہارا لیا تاکہ بطوط چپ کر جائے۔

"ام ٹھیک کہہ رہی ہے، شروع میں تو دھوتی ہوتی تھی، ماں قسم بہت دور تک پیلی ...."

"رہنے دو۔" لوتھر اس بار غرایا، کام اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ "اپنے صاحب کے بارے میں بتاؤ۔ یہاں کیوں آیا ہے؟۔"

"صاحب کو خارش کی بیماری لگ گئی تو صاحب ماحول بدلنے کے واسطے یہاں آگئی۔" بطوط بھی سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

"خارش؟۔ خارش کا علاج یہاں کیسے؟۔" لوتھر چونک گیا۔

"صاحب کو تب خارش ہوتی جب کوئی آوارہ کتی پاگل ہو جاتی ہے پھر صاحب اس کو ڈھونڈ کر ٹھیک کرتی ہے تب صاحب کی خارش ٹھیک ہوتی ہے۔"

"تو وہ کسی خاص مقصد سے آیا ہے یہاں؟۔"

لوتھر نے کہا ہی تھا کہ دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی، اس نے چونک کر دروازے کی طرف رخ پھیرا، دروازہ کھلا اور ایک گن بردار اندر داخل ہوا۔

"پولیس والے عمارت کو گھیر رہے ہیں۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا کہا؟ پولیس والے؟ ان کی کیسے ہمت ہوئی؟۔" لوتھر کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔

"باس، ان کے تیور جارحانہ ہیں۔" اس شخص نے کہا۔

"چلو، میں دیکھتا ہوں۔" لوتھر اٹھ کر تیزی سے باہر کی طرف بڑھا۔

"ام بھی جائے گی۔" بطوط بھی اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیا۔

"نہیں، تم یہیں رہو، ایویں کہیں گولی لگ جائے گی۔" لوتھر نے پچکارا۔

"کوئی بات نہیں، بس زور سے نہ لگے، ویسے ام روز گولی کھاتی ہے۔" بطوط نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"تم یہیں رکو، بہت قیمتی ہو تم۔"

لوتھر نے غرا کر اس کا بازو پکڑا اور پیچھے کھینچا، مارے حیرت کے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا، اس نے تو بڑے سکون سے بطوط کو کھینچا تھا، وہ بے ہنگم انداز میں دوڑتا ہوا صوفہ سے ٹکرایا اور صوفہ سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔

"اوئے امارہ جیومیٹری توڑ دیا الو کا پٹھی۔" وہ تشریف پہ ہاتھ رکھے کراہنے لگا۔

"اس کا دھیان رکھو لزا۔ ضرورت پڑے تو اس سمیت نکل جانا، اس کو دوسرے پوائنٹ پہ لے جانا۔" لوتھر نے کہا۔

اسی وقت فائرنگ شروع ہوئی، لوتھر گھبرا کر دروازے کی طرف دوڑا اور لزا بطوط کی طرف بڑھی۔

"ادھر ای رک جیاؤ۔ اوئی امارا جیومیٹری۔"

وہ کراہتا ہوا تیزی سے باہر کی طرف لپکا اور لزا کے منہ کھولنے تک وہ دروازے سے باہر تھا، دھماکے سے دروازہ بند ہوا۔

"اس قدر تیز رفتار"۔

لزا کا منہ پورے کا پورا ہی کھل گیا، اسے بطوط سے اتنی برق رفتاری کی امید نہیں تھی جبکہ کچھ دیر پہلے "جیومیٹری" کا مسئلہ بھی بنا تھا۔ باہر فائرنگ تیز ہو رہی تھی اور لزا کے چہرے پہ گھبراہٹ طاری ہونے لگی تھی، وہ سہم کر صوفہ پہ بیٹھی اور پھر دو تین منٹ مٹھیاں بھینچے بیٹھی ہی رہی۔ اسکی ہتھیلیوں میں پسینہ آ چکا تھا اور پیشانی بھی عرق آلود محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک دھماکے سے دروازہ کھلا اور لزا کی چیخ نکل گئی۔

"گھبراؤ نہیں۔ ابھی ام زندی ہے۔ تمہاری باس کہتی کہ یہاں سے نکل چلو۔ "بطوط نے تیز لہجے میں کہا۔

"مم۔۔ مگر۔ یہ گولیاں۔ فائرنگ۔ "وہ سہمی ہوئی تھی۔

"باس ام کو بولی کہ اگر تم نہ مانو تو تم کو ایک بات بولوں۔ پر اسرار گدھی۔ "بطوط نے کہا تو لزا کی آنکھوں میں چمک ابھری اور وہ اچھل کر کھڑی ہوئی۔ " چلو۔ "اس بار اس کی آواز میں اعتماد تھا۔

"امارا جیومیٹری۔۔ "اس نے اداس لہجے میں کہا اور لزا کے پیچھے ہو لیا۔

جہازی سائز کے بیڈ پہ ایک نوجوان اوندھا لیٹا خراٹے لے رہا تھا۔ اس نے صرف ایک نیکر پہن رکھی تھی۔ کمرہ بہت ہی خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا جیسے کسی بادشاہ کی خوابگاہ ہو لیکن اس کمرے کی تقریباَ ہر چیز سفید رنگ کی تھی، بس اس نوجوان کی رنگت قدرے گندمی تھی اور وہ کمرے میں ایسا لگ رہا تھا جیسے اندھیرے میں چاند۔

بیڈ کے ساتھ رکھی چھوٹی تپائی پہ رکھے انٹر کام کی مترنم آواز گونجی اور یہ کوئی گھنٹی نہیں تھی، ایک نسوانی لوچ دار آواز سنائی دے رہی تھی جو اس نوجوان سے اٹھنے کی درخواست کر رہی تھی۔ جب بار بار یہ آواز گونجتی رہی تو نوجوان ہڑبڑا کر بیدار ہوا۔ اس نے منہ اٹھا کر انٹر کام سیٹ کی طرف دیکھا۔ وہ کلین شیو تھا اور پتلے پتلے نقوش کا حامل پر کشش نوجوان تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا کر کان لگایا۔

"گارڈِیَن بول رہا ہوں۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔ وہ بھاری اور سخت آواز کا مالک تھا۔

"باس، پیلی پہاڑوں کی طرف کچھ لوگ پکڑے گئے ہیں۔ "

"تو؟۔ کیا ان میں کھانا تقسیم کرنے جاؤں، کیا ہو گیا ہے تمہیں راما۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"باس، ان کے پاس جدید اسلحہ ہے اور وہ پیلی پہاڑیوں کے عقب کی طرف بڑھ رہے تھے۔" رامانے جواب دیا۔

"تو اسمگلر کم ہیں یہاں، انہی میں سے ہو ں گے۔ کہاں ہیں اب وہ لوگ؟۔" اس نے ناگواری سے پوچھا۔

"پکڑ لئے ہیں باس، یہ دو ٹیمیں ہیں جو آپس میں لڑ رہی تھیں۔" رامانے جواب دیا۔

"پھر تم نے صرف بیوقوفی کی ڈگری لینے کے لئے ان پہ ہاتھ ڈالا ہے؟ جب وہ آپس میں لڑ رہے ہیں تو تمہیں ناک گھسانے کی کیا ضرورت تھی؟۔"

"ب۔ باس۔ وہ۔ وہ۔"

"سنو اب۔ جب بو نگی مار ہی لی ہے تو اب چھوڑ مت دینا انہیں، بڑی مشکل سے خود کو چھپایا ہوا ہے ہم نے۔ انہوں ڈارک پوائنٹ شفٹ کرو۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"بب۔ باس۔ ایک اور بات بھی ہے۔ خاص بات ہے۔"

"تم نے میری نیند کی دم میں فیتا لگا دیا ہے راما، تم جانتے ہو کہ صرف دن کے وقت اچھی نیند آتی ہے مجھے۔" وہ اس بار مسکرایا۔

"سوری باس، میں جانتا ہوں لیکن کل رات ٹرانسمیٹر کال کی وجہ سے ان کے بارے میں پتا چلا، پھر پوائنٹ پہ موجود لوگوں نے کسی کے چیخنے کی آواز بھی سنائی دی۔ ہم نے تب سے انہیں پکڑا ہوا ہے اور تب سے ہی وہ باہر غار میں بے ہوش پڑے ہیں، انہیں اندر لانے کے لئے آپ کی اجازت درکار تھی۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ آپ جاگ جائیں، اب بھی مجبوراً کال کی۔" راما نے تفصیل بتائی۔

"کوئی بات نہیں، خاص بات کیا ہے؟۔" اس نے پوچھا۔

باس، ان میں سے ایک ٹیم کی لیڈر کوئی لڑکی ہے، وہ ابھی ہاتھ نہیں لگی۔" راما نے تیزی سے تفصیل بتائی۔

"کیا؟۔ اس دوزخ میں حور۔ یہ کام کی بات بتائی تم نے، یہ سب سے پہلے بتاتے ہیں گھامڑ کہیں کے۔" گارڈِیَن نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"یِ۔ یس باس۔" راما شاید اب پر سکون ہو رہا تھا۔

"سنو، مجھے وہ لڑکی چاہیے، جلد سے جلد۔ اور اگر ٹرانسمیٹر کال ریکارڈ کی ہوئی ہے تو مجھے اس کی آواز سننی ہے۔" اس نے کہا۔

"یس باس، لڑکی کی ٹرانسمیٹر کال کی وجہ سے ہی ہم ان کے بارے میں جان پائے۔"

"گڈ، بھیج دو ریکارڈنگ۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

ریسیور رکھتے ہی وہ زقند بھر کر بستر سے اترا اور تیزی سے ملحقہ واش روم میں گھس گیا۔ وہ درمیانے قد اور کسرتی جسم کا مالک تھا۔ جسم میں جیسے بجلی بھر دی گئی ہو۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ واش روم سے نکل رہا تھا۔

اس کے گیلے بال ظاہر کرتے تھے کہ عجلت میں نہا کر نکلا ہے، اسی وقت کھٹکے کی آواز سن کر وہ چونک گیا۔ وہ تیزی سے تپائی کی طرف بڑھا اور اس کا دراز کھولا۔ دراز میں ایک usb تھی جو خصوصی طریقہ کار کے تحت باہر سے اس کے کمرے میں بھیجی گئی تھی۔ اس نے ایک کونے میں سفید میز پہ پڑے سفید لیپ ٹاپ کو آن کیا اور پھر یو ایس بی لگا کر اس میں موجود آڈیو فائلز میں سے پہلی پہ کلک کرتے ہوئے کانوں پہ ہیڈ فونز چڑھائے۔

باقی سب تو اس نے ایک ایک بار ہی سنی لیکن لڑکی کی آواز والی کئی بار سنی گئی۔ وہ آواز سنتے ہی اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھری آئی تھی، عجیب سی دیوانگی جیسے وہ آواز سنتے سنتے ہی مٹ جانا چاہتا ہو۔

اس نے آڈیو پلئیر کو loop پہ سیٹ کیا تا کہ آڈیو خود ہی بار بار چلتی رہے اور پھر آنکھیں موند کر کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آہیں بھرنے لگا۔ اچانک کمرے کے پر سکون اور اچھے ماحول میں گدھے کی "خوبصورت" آواز نے گیارہ بارہ چاند "گرا" دیئے، وہ یوں اچھلا جیسے پاؤں پہ بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ اس نے ہیڈ فونز سر سے اتار کر یوں پھینکے

جیسے کوئی گھٹیا چیز ہوں اور تیزی سے دوسری دیوار میں موجود سفید الماری کی طرف بڑھا، اس کے پٹ کھولتے ہوئے ایک درمیانے سائز کا جدید ترین ٹرانسمیٹر نکالا اور بیڈ کی طرف بڑھا، بیڈ پہ ٹرانسمیٹر رکھ کر اس نے کال سننے کے لئے بٹن پریس کیا۔

"گارڈِیَن بول رہا ہوں۔" اس نے سخت آواز میں کہا، اسے دیکھ کر محسوس ہو نہیں ہو رہا تھا کہ کچھ دیر پہلے وہ ایک آواز کا اس قدر عاشق ہو گیا تھا کہ بالوں سے عاری گنجے سر کی طرح عقل سے پیدل ہو رہا تھا۔

"ڈی ہیڈ بول رہا ہوں، کیسا چل رہا ہے کام؟۔" یہ مخصوص ٹرانسمیٹر تھا جسے فون کی طرح استعمال کیا جاتا تھا۔

"باس، اس بار جو لوگ بھیجے گئے ہیں ان کا ٹیسٹ کر لیا ہے، نتیجہ بہت اچھا ہے۔ دارالحکومت میں موجود لوگوں سے بھی کام لیا جا رہا ہے اور یہاں موجود لوگوں کو عملی طور پہ بھی میدان میں اتارا گیا ہے، ڈاکٹر وکٹر کے آنے سے بہت اچھا ہو رہا ہے سب۔" گارڈِیَن نے مودبانہ لہجے میں کہا لیکن آواز کی سختی قائم تھی، یہ اس کا قدرتی لہجہ تھا۔

"لیکن وہاں ایک گڑبڑ بھی ہو گئی ہے۔ لوتھر غائب ہے۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو گارڈِین اچھل پڑا۔

"لوتھر؟ وہ کہاں غائب ہو گیا؟۔" حیرت کے مارے یہی اس کے منہ سے نکل سکا۔

"یہ تم پتا کرو گے، مجھے جو اطلاع ملی ہے اس کے مطابق پولیس نے اس کی رہائش گاہ پہ دھاوا بولا ہے جس کے بعد سے وہ غائب ہے۔ اس کے قریبی لوگوں میں سے ایک لڑکی لزا بھی غائب ہے۔ اس ریڈ سے پہلے وہ کسی عجیب و غریب پٹھان کو اٹھا لایا تھا۔ پتا کرو کہ یہ سب کیا چل رہا ہے جس سے اس نے ہمیں آگاہ نہیں کیا؟۔" ڈی ہیڈ نے کہا۔

"یس باس، میں پتا کرتا ہوں۔ ویسے مشن کی اطلاع اس نے دی تھی کہ کامیاب رہا ہے۔" گارڈِیَن نے کہا۔

"اس کے بعد ہی ہوا ہے یہ سب۔ اس کے لوگوں کو تلاش کرو، ان سے پتا چل جائے گا کہ وہ کیا کر رہا تھا۔" ڈی ہیڈ نے کہا۔

"یس باس، میں پتا کر لیتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوکے، جلد ہی ہمارا کام یہاں ختم ہو جائے گا، اس کے بعد پوری دنیا پہ ہمارا راج ہو گا۔ اوور اینڈ آل۔" ڈی ہیڈ نے کہا اور کال بند ہو گئی۔ گارڈِیَن نے ٹرانسمیٹر پہ کال کرنا شروع کیا اور جلد ہی کال سن لی گئی۔

"یس باس، اظہر بول رہا ہوں۔" ایک دھیمی آواز سنائی دی۔

"اتنی دیر کیوں لگی کال سننے میں؟۔" وہ دھاڑا۔

"باس کچھ مہمان تھے اس وجہ سے۔"

"خیال رکھا کرو۔ لوتھرا اپنے اہم لوگوں سمیت غائب ہے، اس کے بارے میں پتا کر کے مکمل رپورٹ دو اور مجھے ہی رپورٹ دینا۔" کہتے ہوئے وہ اظہر کو ہدایات دینے لگا۔ اسے ہدایات دینے اور ٹرانسمیٹر واپس رکھنے کے بعد وہ دوبارہ ہیڈ فونز لگا رہا تھا اور چند لمحوں بعد، آنکھیں بند کئے وہ پھر سے دیوانگی کے سمندر میں کود پڑا۔

* * *

وہ اس وقت ایک چھوٹے سے غار میں موجود تھی۔ کوڈنیم ایکس تھری، سمارٹ، ذہین اور پر کشش نسوانی شخصیت کی مالکہ تھی۔ اس کا کام اپنی ٹیم سمیت ایک فائل کی حفاظت کرنا تھا۔ وہ لوگ پچھلے دو دن سے اس علاقے میں چھپے ہوئے تھے اور دشمن گزشتہ رات حرکت میں آیا تھا۔

انہوں نے دشمن کو اڈے سے دور ہی روکنے کا منصوبہ بنایا تھا تا کہ ابتدائی رکاوٹ پہ کام بن جائے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ پلان بدل لیتے۔ پلان اے کے مطابق اس کے ماتحتوں نے مخصوص چٹان پہ ہی دشمن کو روک لیا تھا جس کے بعد ان لوگوں نے اپنا منصوبہ بدلا اور اسے بھی اپنی ٹیم کو پلان بی پہ لگانا پڑا۔ ٹیم کو پلان بی کا حکم دے کر وہ خود بھی چوکنی ہو گئی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ڈاج بھی دیا جاسکتا ہے۔

جب کافی دیر تک اس کی ٹیم کی طرف سے رابطہ نہ کیا گیا تو اس نے انہیں ٹرانسمیٹر پہ کال کرنا شروع کیا، کوشش کے باوجود وہ ایسا نہ کر سکی تو اس نے چھپنے میں عافیت جانی۔ اس نے تیزی سے ضروری سامان سمیٹ کر ایک بیگ میں ڈالا اور وہ راز جس کے لئے دشمن آیا تھا، اسے

غار میں ہی خاص، خفیہ جگہ پہ چھپا کر اس نے سامان سے بھرا بیگ پشت پہ ڈالا اور سائلنسر لگا پسٹل اور ایک پنسل ٹارچ تھامے غار سے باہر نکلی۔

اندھیرا چھٹ رہا تھا اور امید تھی کہ تھوڑی ہی سورج ایک "آمر" کی طرح مسلط ہو جائے گا۔ غار سے نکلتے ہی وہ خود کو پتھروں اور اونچے نیچی چھوٹی چٹانوں کے پیچھے چھپاتی ہوئی تیزی سے مخصوص سمت میں بڑھنے لگی۔ اس کی تمام حسیات جاگی ہوئی تھیں، غنیمت تھی کہ اب جنگل میں ہونے والا عجیب اور مکروہ سا شور بند ہو گیا تھا جیسے اچانک تمام کیڑوں کا mute والا بٹن دبا دیا گیا ہو یا ان کی بیٹری ہی ختم ہو گئی ہو۔

تقریباً بیس منٹ تک وہ ایک چھوٹی سی دراڑ کے پاس پہنچی، اس دراڑ سے گزر کر دوسری طرف نکلا جا سکتا تھا، جہاں سے پچھلی رات ان کے دشمنوں کی آمد متوقع تھی۔ دراڑ کے سامنے پہنچ کر وہ رک گئی۔ اس کی آنکھیں سکڑتی ہوئیں پتھریلی زمین پہ گھومنے لگیں جہاں خون کے چھوٹے چھوٹے قطرے سوکھ چکے تھے۔ وہ کہنیوں کے بل تیزی سے ان قطروں کی طرف بڑھی اور پھر لیٹے لیٹے ہی مسطح جگہ کا جائزہ لیا۔ خون کے چند ایک قطروں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ وہ تھوڑی دیر سوچتی

رہی اور پھر دراڑ کی طرف کرالنگ کرتے، بڑھتی چلی گئی۔ جلد ہی وہ دراڑ میں داخل ہو چکی تھی۔ اب کرالنگ کرنا ضروری نہیں رہا تھا کیونکہ دراڑ میں اسے دور سے دیکھ لینا ممکن نہیں تھا۔

وہ کھڑی ہوئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھتی چلی گئی اور جلد ہی اس جگہ پہنچی جہاں ایک بڑا سانپ مرا پڑا تھا۔ سانپ کا سر غائب تھا۔ اس نے رک کر اس جگہ کا بھی جائزہ لیا اور یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ سانپ نے کسی ایک پہ حملہ کیا اور دوسرے نے اسے بچایا۔

سانپ کی جسامت دیکھ کر اسے جھرجھری آگئی تھی اور پھر سانپ کے شکنجے میں آنے والے کا سوچ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

"کیا اس کی ٹیم کو کوئی شخص سانپ کا شکار ہوا؟ اگر ایسا ہے تو اب وہ دونوں کہاں غائب ہیں؟ اگر دشمن ٹیم کا کوئی شخص سانپ کے شکنجے میں پھنسا تھا تو وہ ٹیم گئی کدھر؟ اور پھر اس کی ٹیم کیوں لاپتہ ہو گئی؟۔"

وہ دل ہی دل میں سوچنے لگی اور جوں جوں سوچتی گئی، اس کے دماغ میں خدشات نے پنجے گاڑنا شروع کر دیئے اور اسے محسوس ہونے لگا کہ فی

الوقت وہ اکیلی رہ گئی ہے۔ اسے اب دراڑ سے وحشت ہونے لگی تھی، وہ تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ ابھی وہ دراڑ میں تھی کہ ٹھٹک کر رک گئی۔ اس نے تیزی سے ٹارچ بند کی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ پانچ ہی تھے۔" ایک پتلی آواز سنائی دی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کچھ اور بھی لوگ ہوں۔ لیکن مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی یار، جب یہ لوگ ایک دوسرے کے خلاف کام کر رہے ہیں تو کیا ضرورت تھی کہ ہم بھی اپنی موجودگی کا احساس دلاتے۔" بھاری آواز میں جواب دیا گیا۔

"ہم جن کے ماتحت ہیں وہ ہم سے زیادہ ذہین ہیں، ہو گا کوئی معاملہ۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ کوئی لڑکی بھی ان پہاڑوں میں موجود ہے۔" پتلی آواز والے نے کہا۔

"اوہ، واقعی؟ پھر تو اسے تلاش کرنا چاہیے۔ عرصہ ہو گیا لڑکی دیکھے بھی۔" دوسرے شخص نے چونک کر کہا۔

"تھوڑی دیر تک احکامات آجائیں گے اسے تلاش کرنے کے، پھر تمام لوگ اسی کو تلاش کریں گے، باقی سب کی حالت بھی مختلف نہیں، لیکن میری بات یاد رکھنا، لڑکی مل بھی گئی تو اسے وہ لوگ اندر بلوا لیں گے۔" پہلے شخص نے ناگواری سے کہا۔

"اندر تو ویسے بھی لڑکیاں موجود ہیں۔" دوسرے شخص نے کہا، ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اسی موضوع پہ کسی "ٹاک شو" میں بحث کر رہے ہیں۔

"اندر تو پتہ نہیں کیا کیا ہے؟۔ اوہ کال آ رہی ہے۔" پہلے شخص نے چونکتے ہوئے کہا لیکن اس لڑکی تک کسی قسم کی گھنٹی کی آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔

"یس، نور گل بول رہا ہوں، اوور۔" پتلی آواز والے نے کال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یس باس، ہم ابھی اس کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ اوور۔" لڑکی کو بس نور گل کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"جو حکم باس، زندہ ہی پکڑیں گے ۔ اوور۔" نور گل نے کچھ دیر تک دوسری طرف سے بات سننے کے بعد کہا۔

"اوکے باس، اوور اینڈ آل۔"

"سن لیا تم نے، وہی ہوا ناں۔ لڑکی کو تلاش کرو، زندہ پکڑو اور پھر ہیڈکوارٹر بھیج دو۔" نور گل نے جیسے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"حیرت ہے، پہاڑوں کے اس حصے میں لڑکی کا کیا کام؟۔" دوسرے شخص ذرا بات کی گہرائی میں اترتا محسوس ہوا۔

"رہنے دو ممتاز، بات میں اتنا گھسنے کی کیا ضرورت، ہم لوگ بھی تو اسی طرح سمگلنگ کا کام کرتے ہیں۔ چلو، لڑکی کو تلاش کریں۔"

نور گل کی آواز سنتے ہی لڑکی نے تیزی سے بیگ کندھے سے اتارا اور ٹارچ جیب میں ڈال کر پسٹل کو مضبوطی سے پکڑ کر سامنے کے رخ تان کر آگے بڑھنے لگی۔

"اوہ، یہ کون ہے؟ یہ تو لڑکی ہے؟۔"

اچانک اس لڑکی کے منہ پہ ٹارچ کی تیز روشنی گری اور نور گل کی جذبات سے لبریز آواز سنائی دی، لڑکی کی آنکھیں ایک پل کے لئے چندھیا گئیں اور وہ تیزی سے نیچے گری، نیچے گرتے ہی اس نے آنکھیں بند کر دونوں ہاتھوں کی پشت سے آنکھوں کو رگڑا۔ اسے اپنی طرف بڑھتے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"واللہ یہ تو حور ہے۔" نور گل کی آواز سنائی دی، لگ رہا تھا کہ وہ ہونٹوں پہ زبان پھیر رہا ہے۔

"ابھی تو میں نے کافی دنوں سے منہ نہیں دھویا۔" لڑکی نے کہا اور کھلتے سپرنگ کی طرح نور گل سے ٹکرائی اور اسے لیتی ہوئی اس کے عقب میں موجود بھاری وجود والے شخص سے ٹکرائی اور تینوں دھماکے سے زمین پہ گرے۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں کھڑے ہوتے، نور گل کے ہاتھ سے نکلنے والی ٹارچ پہ لڑکی نے قبضہ جمایا اور دونوں پہ "روشنی" ڈالتے ہوئے پسٹل سیدھا کیا، ٹرچ کی آواز کے ساتھ بھاری جسامت والا شخص تڑپنے لگا، گولی اس کے سینے پہ، بالکل دل کے مقام پہ لگی تھی۔ اس کی آنکھیں تکلیف کی شدت سے نکلنے کو تھیں کہ دوسری بار ٹرچ کی

آواز کے ساتھ پیشانی میں سوراخ ہونے کے بعد روح آسانی سے نکلتی چلی گئی۔

"تت۔ تم کون ہو؟۔ "نور گل ہکلایا۔

"حور ہوں نور گل صاحب۔ "لڑکی نے کاٹ دار لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم۔ مجھے چھوڑ دو۔ "

"کیا تم مجھے چھوڑ دیتے؟۔ "وہ پھنکاری۔

"تت۔ مم۔ "

"وہ پانچوں کہاں ہیں جنہیں رات کو پکڑا گیا؟۔ "

"مم۔ میں نہیں جانتا۔ "نور گل نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

"اوکے، تم بھی اپنے دوست کے پاس جاؤ۔ " لڑکی نے پسٹل سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"مم۔ می۔ میں سچ کہہ رہا ہوں، ہم۔ ہم لوگ۔ ہم لوگوں نے انہیں نیلی پہاڑی کے پاس چھوڑا تھا، وہاں سے دوسرے لوگ انہیں لے گئے۔" نور گل زیادہ ہی بوکھلا گیا تھا۔

"نیلی پہاڑی؟۔ وہ کونسی ہے؟۔" لڑکی نے حیرت بھری آواز میں کہا۔

"یہاں سے تقریباً ڈیڑھ میل دور ہے، اس کے نچلے حصے میں نیلے رنگ کے پتھر ہیں جس وجہ سے اسے نیلی پہاڑی کہا جاتا ہے، تھوڑے سے ہی ہیں، غور سے دیکھنے پہ نظر آتے ہیں۔" نور گل نے کہا۔

"تم لوگ یہاں کب سے ہو؟۔" لڑکی نے پوچھا۔

"دد۔ دو۔ دو سال۔ دو سال۔"

"کیا کرتے ہو یہاں؟۔ سمگلنگ؟۔" لڑکی نے پوچھا۔

"ہا۔ ہاں۔ سس۔ سمگلنگ کرتے ہیں۔ فف۔ فیکٹری بھی کہیں پہاڑوں کے نیچے جہاں جدید قسم کی منشیات بنائی جاتی ہے۔" نور گل نے کہا۔

"ان پانچوں کے بارے میں کیسے پتا چلا؟۔" لڑکی کو جیسے اچانک ہی یاد آیا ہو۔

"ہیڈکوارٹر میں ٹرانسمیٹر کال سنی جا سکتی ہے ، کسی نے کال کی ہو گی۔ رات کوئی چیختا بھی رہا تھا۔" نور گل نے جواب دیا تو لڑکی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"نیلی پہاڑی کا رستہ سمجھاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد وہ نور گل کی پیشانی میں سوراخ کر کے واپس مڑ رہی تھی اور کندھوں پہ اپنا بیگ ڈالے، اس کا رخ اس جانب تھا جہاں سے تھوڑی دیر پہلے وہ دراڑ میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھر آئی تھی جیسے شیرنی شکار کے لئے جا رہی ہو۔

◆

وہ کچھ دیر پہلے ہی ہوش میں آیا تھا اور بندھا ہونے کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکا۔ اس کے ذہن میں بے ہوش ہونے سے پہلے کا منظر گھوم رہا تھا۔ وہ بطوط خان اور لزا کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا اور بطوط خان نے اس کی دماغ میں "مدھانی" ڈالی ہوئی تھی اور اسی وقت اس کی رہائش گاہ پہ حملہ ہو گیا۔ وہ حملہ آوروں سے نپٹنے کے لئے کمرے سے نکل کر عمارت کے دروازے تک پہنچا، کوٹھی کی بیرونی دیوار سے مختلف مقامات سے فائرنگ جاری تھی اور لوتھر کے ماتحت جوابی فائرنگ میں محسوس تھے۔ لوتھر خود ابھی اوٹ میں ہی تھا۔ اسے پریشانی یہ تھی کہ مقامی پولیس سے تو پرانا یارانہ تھا، پھر یوں بغیر پوچھے بتائے کیسے وہ لوگ پہنچ گئے اور تو اور انہوں نے فائرنگ میں پہل بھی کر دی۔

ابھی وہ سوچ میں ہی ڈوبا ہوا تھا کہ اس کے عقب میں کھٹکا ہوا، وہ پلٹنے کو ہی تھا کہ اس کے منہ پہ جیسے کسی نے گرز مارا ہو، اس کا منہ جھٹکے سے واپس مڑا اور ساتھ ہی اس کا سر پوری قوت سے دیوار سے دے مارا

گیا۔ اس نے سر جھٹکنے کی کوشش کی تو دوبارہ ایک تحفہ ملا اور پھر وہ بغیر کوئی آواز نکالے ڈھیر ہو گیا جس کے بعد اب ہوش آیا۔

یہ سٹور نما کمرہ تھا جس میں کاٹھ کباڑ کے ساتھ لوتھر بھی موجود تھا۔ اسے لکڑی کی ایک پرانی کرسی پہ مضبوطی سے باندھا گیا تھا، اسکے سامنے بھی ویسی ہی ایک پرانی کرسی رکھی تھی۔ وہ حیران تو ضرور تھا، اس کا خیال تھا کہ انسپکٹر اقبال نے غداری کی ہے، ویسے وہ پرانا نمک خوار تھا جس سے ایسی امید نہیں تھی، اس کے علاوہ لوتھر پہ کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ ابھی وہ حیرت اور سوچ کے ندی نالے ہی پار کر پایا تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ یہ نوجوان لوتھر کے لئے اجنبی تھا جس کی آنکھوں میں تیز چمک اس کی ذہانت کی غمازی کرتی تھی۔ درمیانے قد کا اور جسم میں بجلی کی سی پھرتی کا گمان ہوتا تھا۔ وہ لوتھر کے سامنے موجود کرسی پہ آکر بیٹھ رہا۔

" مسٹر دانیال، کیسے ہیں آپ؟۔ "نوجوان نے دوستانہ لہجے میں کہا تو لوتھر چونک گیا۔

وہ دانیال نامی شخص کی جگہ پہ رہ رہا تھا اور مقامی سطح پہ مستقل یہی چہرہ استعمال کرتا تھا۔ نووارد کے دانیال کہنے سے ایک بات ثابت ہو گئی کہ وہ لوتھر کی اصل شخصیت سے واقف نہیں تھا، اسی بات پہ لوتھر چونک گیا تھا۔

"مسٹر دانیال، اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟۔" نوجوان نے تیز نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں نئے ہو، اس وجہ سے دیکھ رہا تھا کہ تم نے مجھ پہ ہاتھ ڈالنے کی ہمت کیسے کی؟۔" لوتھر نے بات بنائی۔

"میں تو تم پہ پاؤں بھی ڈال دیتا، لیکن ابھی ہاتھ سے کام چلانا پڑے گا۔" نوجوان نے منہ بنایا اور لوتھر نے نہ سمجھنے والے انداز میں اسے گھورنا شروع کر دیا۔

"مسٹر دانیال، آپ کی رہائش گاہ پہ غیر ملکی دیکھے گئے ہیں۔"

"یہاں غیر ملکیوں کا آنا منع ہے کیا؟۔" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں نوجوان کی بات کاٹی۔ جب سے اسے یقین ہوا تھا کہ اس کا نقاب

سلامت ہے، وہ شیر ہو گیا تھا کیونکہ دانیال نامی شخص کی علاقے میں بڑی پہنچ تھی۔

"کتے بھی ایسے ہی لوگوں کو کاٹنے کو دوڑتے ہیں، بغیر سوچے سمجھے، بات پوری سن لیں جناب، وہ غیر ملکی منشیات فروشی میں ملوث ہیں۔" نوجوان مسکرایا۔

"تو تم کہہ رہے ہو کہ میں بھی اس گھناؤنے کام میں ملوث ہوں؟۔" لوتھر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"نہیں، یہ تو آپ کہہ رہے ہیں۔" نوجوان مسکرایا۔

"تم ہو کون دراصل؟ یہاں کی پولیس مجھے جانتی ہے، ان لوگوں نے تمہیں میرے بارے میں بتایا نہیں ریڈ کرنے سے پہلے اور یہ کیا طریقہ ہے ریڈ کرنے کا؟۔" اس نے سوالاتی توپ چلا دی۔

"میرا تعلق انسدادِ منشیات فورس کے سپیشل ونگ سے ہے، یہاں کی پولیس کو تو علم ہی نہیں کہ ہم لوگ یہاں ہیں۔ ہم نے صرف مقامی پولیس کی وردیاں استعمال کی ہیں بس۔ اب اصل پولیس تمہیں تلاش

کر رہی ہو گی۔" نوجوان مسکرایا تو لوتھر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"میری بات مانی جاتی تو ریڈ اس سے بھی بہتر انداز میں کی جاتی، ہینڈ گرنیڈ۔ تم جیسے انسانیت فروشوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔" نوجوان نے نفرت بھرے انداز میں کہا۔

"کیا چاہتے ہو؟۔" لوتھر نے کچھ سوچنے کے بعد پوچھا۔

"ان غیر ملکیوں کے پتے، تنظیم کا نام، ہیڈکوارٹر، تمہارے ڈسٹری بیوشن ایجنٹس کے نام وغیرہ۔" نوجوان نے سادہ لہجے میں کہا۔

"اور بدلے میں مجھے ملے گی بدنامی۔" لوتھر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ویسے تم لوگ مشرقی پہاڑیوں میں کیا کرتے پھر رہے ہو؟۔" نوجوان عام سے لہجے میں پوچھا جیسے گپ شپ کر رہا ہو۔

"وہاں ہم۔ آ ہمم۔ کیا مطلب؟ میرا کیا تعلق ان پہاڑیوں سے؟۔" بات کرتے کرتے وہ بوکھلا کر بات بدل گیا۔

"میں نے سنا ہے تمہارے لوگ وہاں برفباری کے بعد برف جمع کرتے ہیں تاکہ مفت گولے بنا کر قیمتاً بیچ سکو۔" نوجوان مسکرایا، لوتھر کی بات سن کر اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

"تمہارا تعلق انسدادِ منشیات سے نہیں ہو سکتا۔" لوتھر غرایا۔ اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا، ناداستگی میں پھسلی ہوئی زبان کی وجہ سے وہ بے سکون محسوس ہو رہا تھا۔

"میں خود ایک لا علاج نشہ ہوں۔" اس نے ایسے لہجے کہا جیسے خود پہ ہی مر مٹا ہو۔

اگلہ لمحہ نوجوان کے لئے حیرت کا باعث تھا، لوتھر کرسی سمیت اڑتا ہوا اس کی طرف آیا اور نوجوان نے بوکھلا کر کھڑے ہوتے ہوئے دائیں لات سیدھی کی، نتیجتاً لوتھر کرسی سمیت اسی رفتار سے اڑتا ہوا عقب میں ڈھیر کباڑ پہ گرا اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

"کچھ نوکیلا چبھ گیا ہو گا، پتا نہیں کیوں تم لوگوں کو خارش ہوتی رہتی ہے، خارش سے یاد آیا۔۔اوہ۔" وہ لوتھر کو گھور کر رہ گیا۔

لوتھر کو جھٹکا لگنے سے پرانی کرسی ٹوٹ گئی تھی اور وہ رسیوں سے ہاتھ نکال رہا تھا۔ نوجوان اسے دیکھنے تک ہی محدود تھا۔ لوتھر جیسے ہی آزاد ہوا وہ تیزی سے اس نوجوان کی طرف لپکا اور اس کا گھونسہ برق رفتاری سے نوجوان کے چہرے کی طرف بڑھا، نوجوان تیزی سے دوسری طرف ہوا اور لوتھر کا دوسرا مکا اس کے سینے پہ لگا، نوجوان لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹا، لوتھر نے جس رفتار کا مظاہرہ کیا تھا وہ نوجوان کے لئے حیرت کا باعث تھا، یہ حیرت اس کی آنکھوں میں واضح دیکھی جا سکتی تھی۔

نوجوان کے پیچھے ہٹتے ہی لوتھر اچھلا اور اس کی گھومتی ہوئی لات نوجوان کے پیٹ میں لگی، وہ اوغ کی آواز کے ساتھ جھکا مگر ساتھ ہی اس نے لوتھر کی ٹانگ پہ ہاتھ ڈال کر اسے پوری قوت سے گھما کر کاٹھ کباڑ پہ پھینک دیا۔

زوردار دھماکے کے ساتھ لوتھر اس کباڑ میں الجھ گیا مگر جلد ہی وہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہو چکا تھا۔ اس بار نوجوان نے پہل کی اور اس کے قریب پہنچتے ہی، لوتھر کے سنبھلنے سے پہلے اس کے منہ پہ گھونسہ جڑ دیا، دوسری

بار ہاتھ گھوما ہی تھا کہ لوتھر نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کاٹھ کباڑ پہ اچھال دیا اور اس بار فلک شگاف چیخ سنائی دی جو یقیناً نوجوان کی ہی تھی، لوتھر چیخ سنتے ہی سمجھ گیا کہ نوجوان کچھ دیر اٹھ نہیں سکے گا، وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا، اس کے پاؤں میں جیسے "ہیوی بائیک" کا انجن لگ گیا تھا، وہ تیزی سے راہداری سے گزرتا ہوا خارجی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور ہونٹ بھنچے ہوئے تھے، وہ جلد سے جلد وہاں سے دور ہونا چاہتا تھا۔

* * *

لزا اس وقت ایک چھوٹے سے مکان میں موجود تھی۔ یہ ایک منزلہ مکان تھا جو اینٹوں اور گارے سے بنایا گیا تھا اور آبادی سے ہٹ کر پہاڑیوں کے قریب ترین بنایا گیا تھا۔ لزا، بطوط کے ساتھ ٹیکسیاں بدلتے ہوئے مکان سے ایک کلو میٹر دور پکی سڑک پہ اتری اور پھر وہاں سے پیدل ہی مکان کی طرف چل دیئے تھے۔ آبادی کم ہونے کے باوجود وہاں کافی دکانیں تھیں کیونکہ پہاڑیوں پہ پیدل جانے والے سیاح اسی رستے سے گزرتے تھے۔ رستے میں بطوط خان نے جو دماغ چاٹا وہ الگ تھا۔

"ام کو سمجھ نہیں آیا، یہ تم کتی والا نام کیوں رکھی؟۔" اس نے کہا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو، نام میں نے نہیں رکھا، میرے والدین نے رکھا تھا۔" لزا چڑ کر بولی۔

"اوہ۔ گڈ گڈ، سمجھ گئی ام۔ تم اچھی ہے، ورنہ لزا نام کی ایک کتی تھی، وہ پہلے انسان کو کاٹتی پھر بھونک کر بتاتی تھی کہ ام نے تمہاری ٹانگ پہ گھڑی بنادی ہے، پھر اس انسان کو اٹھائیس ٹیکے لگتی تھی۔"

"ٹیکے چودہ ہوتے ہیں، اٹھائیس کیوں؟۔" روانی میں لزا کے منہ سے نکل گیا اور پھر اس نے خود کو ایک گالی سے نوازا۔

"چودہ کتی کے، چودہ لزا کے۔"

"میں تیرا سر پھاڑ دوں گی گدھے کہیں کے۔" وہ حلق کے بل چیخی اور پھر منہ پہ یوں ہاتھ رکھا جیسے کچھ غلط منہ سے نکل گیا ہو۔

"ام نہیں جاتی، تم جاؤ۔" وہ منہ پھلا کر زمین پہ دھپ سے گرا۔

"کک۔ کیا مطلب؟ کیوں نہیں جانا؟۔" وہ چونک کر مڑی۔

"تم امارہ بے عزتی خراب کرتی، ہم تم کو گدھا نظر آتی؟۔" وہ منہ بسورتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری، اب نہیں بولوں گی، اٹھو شاباش۔" اس نے پیار سے پچکارتے ہوئے کہا۔

"اب تم ام کو کتا سمجھ کر یوں پچ پچ کر رہی ہے۔" اس نے ہونٹ گول کر نقل اتاری۔

"اوہ گاڈ، کیا کروں اس گدھے کا۔ کوڈ کی وجہ سے اسے ساتھ لے جانا بھی ضروری ہے۔" اس نے جھلا کر انگلش میں کہا۔

"دیکھو، ام تمہارے ساتھ جائی گی، لیکن اب غصہ آئے تو گدھا یا کتا نہیں بولنا ام کو۔۔ بس کھوتا کہہ سکتی تم۔" بطوط نے سخت لہجے میں شرائط پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کھوتا کیا ہوتا ہے؟۔" لزا نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ شکل میں گدھی جیسا ہوتی ہے لیکن اکثر انسانوں میں پائی جاتی ہے، دماغ میں فضول وزن اٹھاتی ہے، جہاں موقع دیکھتی ہے گوبر بھی کرتی ہے۔ ہے گدھی جیسی، لیکن کرتی گوبر ہے، پھر ادھر ہی بیٹھ کر اس کو پھیلاتی بھی ہے۔ ہے ناکام کی چیز؟۔" بطوط سینے پھلا کر بولا۔

"گڈ، یہ بھی ٹھیک ہے۔" لزا مسکرائی، وہ سمجھ گئی کہ کان ہی پکڑنا ہے بس دوسری طرف سے۔

اس کے بعد وہ خوش گپیاں کرتے اس مکان تک پہنچے تھے، حیرت کی بات تھی کہ اس کے بعد بطوط بہت نارمل نظر آنے لگا اور مکان میں

پہنچ کر وہ دوبارہ اپنا فلسفہ بچھا کر بیٹھ گیا، لزا نے اکتا کر اسے کچھ پیسے دیئے اور کھانے پینے کے لئے کچھ لانے کا کہہ کر نکال دیا۔

اس کے جاتے ہی اس نے طویل سانس لیا اور چارپائی پہ گر کر خود ہی اپنا سر دبانے لگی تھی۔ نجانے اسے کب نیند آگئی، شاید پیدل چلنے اور بطوط کے ساتھ سر کھپانے کی وجہ سے ایسا ہوا تھا، آنکھ کھلی تو دن ختم ہونے کو تھا اور بطوط خان زمین پہ آلتی پالتی مارے چپس کا ایک پیکٹ کھولے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک چھوٹا سا برتن تھا جس میں سبز رنگ کا مائع تھا، وہ اسی میں چپس بھگو کر کھا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟۔"

"ام حرام چپس نہیں کھاتی، چپس کو پاک کر کے کھا رہی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"یہ ہے کیا بلا؟۔" لزا نے منہ بنایا۔

"یہ حضرت علامہ نسوار مدظلہ، ام نے نسوار کو کولا میں ملا کو مقدس پانی بنائی اور پھر چپس کو اس میں اشنان کرواتی ہوئی منہ میں لے جاتی ہے، ایسے۔" اس نے عملی مظاہرہ کرتے ہوئے ساتھ تھیوری بھی بتائی۔

"ڈھکن......"

"نسوار پہ ڈھکن نہیں ہوتی۔" اس نے جلدی سے لزا کی بات کاٹی۔

"مجھے جگایا کیوں نہیں؟۔" لزا نے سخت لہجے میں کہا۔

"سوئی ہوئی لزا اچھی لگتی ہے۔" اس نے ہی ہی کرتے ہوئے کہا۔

"بکواس مت کرو، کیوں نہیں جگایا؟۔" وہ جھینپ گئی۔

"سوئے ہوئے کو خود جاگنا چاہیے، ضروری نہیں ہر سوئے ہوئے کے لئے کوئی جگانے والا آئے اور نہ سوئے ہوئے کو اس انتظار میں سوئے رہنا چاہیے۔" اچانک ہی وہ سنجیدہ ہوا۔

"واہ، کیا بات ہے جناب کی...."

"ستیاناس، کولا بھی تو حرام تھی، ہم نے نسوار کو ہی حرام کر دیا اور اب چپس بھی حرام۔ اوہ امارہ پیٹ دوزخ ہو گئی۔ اوہ۔" اس نے اپنے پیٹ پہ مکے مارنے شروع کر دیئے اور لزا ارے ارے کرتی رہ گئی۔

" یہ کیا بے ہودگی ہے؟۔" ایک سخت آواز سن کر دونوں چابی والے کھلونوں کی طرح رک گئے، جیسے ان کی چابی ختم ہو گئی ہو۔

سامنے لوتھر کھڑا تھا، اس کا منہ تھوڑا سا سوجا ہوا محسوس ہو رہا تھا، وہ نئے لباس میں تھا لیکن میک اپ وہی، دانیال والا۔

"باس وہ۔......"لزا نے منہ کھولا۔

"تیاری کرو، ہم نکل رہے ہیں تھوڑی دیر تک۔"

"اور یہ؟۔" لزا نے بطوط کی طرف اشارہ کیا جو چپ چاپ چپس کے ٹکڑوں کو مقدس پانی میں ڈبو ڈبو کر دوبارہ پیکٹ میں رکھ رہا تھا۔

"اسے بھی لے جانا ہے، بہت کچھ جاننا ہے اس سے۔ یہ کر کیا رہا ہے؟۔" اس نے حیرت سے بطوط کی طرف دیکھا۔

"ام........."

"میں بتاتی ہوں باس۔" لزا نے گھبرا کر اسے ٹوک دیا تا کہ دوبارہ بطوط کی کیسٹ نہ چل پڑے اور لوتھر کو لے کر کمرے سے نکل گئی۔ بطوط خان سر جھکائے اپنے میں کام میں جٹا رہا جیسے وہاں اکیلا ہی ہو۔

رات کافی گزر چکی تھی۔ گارڈِیَن اپنے کمرے میں ہی موجود تھا اور تھوڑی دیر پہلے ہی وہاں پہنچا تھا، روٹین چیکنگ وہ کبھی بھی مِس نہیں کرتا تھا اور وہی کر کے آرہا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ دن میں سوتا رہتا اور رات کو اپنے کام نپٹاتا اس وجہ سے اس کے خاص لوگوں کے دو گروپ تھے، ایک جو دن میں اس کی جگہ کام کرتا دوسرا جو رات کو اس کے ساتھ جاگ کر کام کرتا، سب میں راما اس کا خاص الخاص تھا۔

اس وقت وہ بہترین سوٹ میں ملبوس تھا اور بہت ہی پر کشش نظر آرہا تھا۔ آتے ہی وہ سب سے پہلے واش روم گھسا اور ہاتھ منہ دھونے کے بعد وہ اسی لباس میں لیپ ٹاپ کے سامنے جا پہنچا، ابھی ہیڈ فونز کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ انٹرکام والی حسینہ بولنے لگی، وقت کے حساب سے اس کے جملے خود بخود بدلتے تھے شاید کیونکہ اب وہ اسے جگا نہیں رہی تھی، بس متوجہ کر رہی تھی۔ وہ تیزی سے انٹرکام کی جانب بڑھا۔ "گارڈِیَن بول رہا ہوں۔"

"باس، آپ کو ڈارک پوائنٹ آ کر ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے۔" راما کی آواز سنائی دی۔

"کیوں؟ ڈائپر بدلنے ہیں ان کے؟۔" اس نے منہ بنایا جیسے اس وقت راما کی کال سے بہت کوفت ہوئی ہو۔

"باس یہ جو نظر آتے ہیں وہ ہیں نہیں۔" راما نے کہا۔

" ہم سبھی ایسے ہیں، یہ کوئی خاص بات تو نہ ہوئی۔" گارڈِیَن یکایک مسکرایا۔

"آپ پلیز آ جائیں۔" راما نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"آ رہا ہوں، لڑکی کا کیا بنا؟۔ شام ہونے کو ہے، اپنے علاقے میں اتنے لوگ ہونے کے باوجود ایک لڑکی کو نہیں ڈھونڈ سکتے جبکہ میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی ان لوگوں سمیت پہلی بار یہاں آئی ہے۔" گارڈین نے منہ بنایا۔

گارڈِیَن کا مزاج بھی عجیب تھا، لہجہ سخت مگر مزاج ہر لمحہ بدلتا تھا، کبھی ایویں ہی مسکرانے لگتا تو کبھی چڑ جاتا۔ کبھی اگلے پہ چڑھ دوڑتا تو کبھی

سنجیدہ بات کو بھی چٹکیوں میں اڑا دیتا لیکن اسے جو ذمہ داری سونپی گئی تھی وہ ظاہر کرتی تھی کہ وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کی صلاحیتوں کا حامل شخص ہے۔

"سوری باس، میں نے مزید لوگ بھیجے ہیں، جلد ہی کام ہو جائے گا۔" راما کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"جائے گی کدھر، آنا تو میرے پاس ہی ہے، شیرنی ہے وہ۔" وہ دیوانگی میں ڈوبتا محسوس ہوا۔

"یس باس۔" راما بھلا کیا جواب دیتا۔

"میں آرہا ہوں ڈارک پوائنٹ۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ کر الماری کی طرف بڑھا، الماری کھول کر پسٹل نکالا اور اس پہ سائلنسر فٹ کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

راہداری کے فرش سے چھت تک ہر شے سفید رنگ کی تھی، وہ راہداری سے گزر کر ایک بڑے سے ہال میں داخل ہوا۔ ہال میں مشینوں کے علاوہ سفیدی ہی محسوس ہو رہی تھی یہاں تک یہ وہاں نظر

آنے والے افراد بھی سفید لباس میں ہی ملبوس تھے۔ وہ سب اپنے اپنے کام میں مگن نظر آرہے تھے۔ وہاں کسی قسم کا پاؤڈر پیک کیا جارہا تھا۔

اس ہال میں سے گزرتے ہوئے دوسرے کونے میں بنی راہداری میں پہنچا اور وہاں سے ایک لفٹ میں سوار ہو کر اس عمارت کے بیسمنٹ کے لئے بٹن دبا دیا۔ لمحوں میں وہ لفٹ کے رکتے ہی بیسمنٹ میں تھا۔ بیسمنٹ کی راہداری میں سے گزرتے ہوئے اس پہ سفید روشنی کی پھوار پڑنے لگی اور وہ راہداری کے دوسرے کونے میں پہنچا۔ کونے میں مخصوص جگہ پہ مخصوص انداز میں ہاتھ مارنے سے ایک چھوٹی سے ڈیوائس ظاہر ہوئی، اس نے اپنا بایاں انگوٹھا اس پہ رکھا، فنگر پرنٹ سکین ہوئے اور اس کے منہ کے قریب ایک چھوٹا سا مائیک دیوار سے نمودار ہوا۔ اس نے کچھ خاص الفاظ بولے اور پھر خاموشی سے کھڑا انتظار کرنے لگا۔

دس سے پندرہ سیکنڈ بعد اس پہ نیلی روشنی کی پھوار پڑنے لگی، ساتھ ہی دیوار اپنی جگہ سے غائب ہو گئی اور وہ اندھیرے خلا میں داخل ہوا۔ اس کے خلا میں گھستے ہی دروازہ بند ہوا، چٹک کی آواز کے ساتھ وہ حصہ

روشن ہوا اور گارڈین ایک طرف رکھے چھوٹے سے صوفہ میں دھنس گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ حصہ حرکت میں آیا، یہ حرکت افقی سمت میں تھی۔ یہ چھوٹا سا کمرہ ٹرین کی ایک ڈبے کی طرح حرکت میں تھا، فرق یہ تھا یہ کمرہ شاید گولی کی سی رفتار سے کہیں جا رہا تھا۔ تقریباً ایک منٹ میں بعد سامنے پینل پہ سبز رنگ ابھرا تو وہ طویل سانس لے کر کھڑا ہوا۔ دروازہ نمودار ہونے پہ وہ باہر نکلا۔

اب وہ ایک نئے جہاں میں تھا۔ سامنے والا حصہ پہاڑیوں کو کاٹ کر بنایا گیا تھا، دن کے وقت اندر سے بیرونی وادی نظر آتی تھی لیکن اس مضبوط شیشے کی دوسری طرف ایسا پینٹ تھا کہ ایک عمودی چٹان کا پتھریلا حصہ ہی معلوم ہوتا تھا۔ اس بیرونی وادی کی ہر طرف ان کی اپنی سکیورٹی تھی جن میں انسانی سکیورٹی کے علاوہ مشینی نگرانی بھی تھی اور ڈرونز تو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے۔

وہ وادی کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا اور راہداری کے آخر پہ موجود سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ ایک تہ خانے میں پہنچا۔ دروازہ دھکیلتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا۔ اندر دو افراد صوفوں پہ براجمان تھے جو گارڈین کو

دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے۔

"خوش آمدید باس۔" لمبے تڑنگے اور بڑے بڑے ہونٹوں والے راکھشس نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"راما، مجھے ان سے ملواؤ۔" گارڈِیَن نے سنجیدگی سے کہا۔

"یس باس، رافٹر، تم کھانے کا انتظام کرو۔"

راما نے دوسرے شخص سے کہا اور پھر آگے بڑھ گیا، اسی کمرے کی دوسری دیوار کے پاس جا کر رکا، مخصوص جگہ پہ انگوٹھا رکھا تو دیوار میں خلا پیدا ہوا، پہلے راما، اس کے بعد گارڈِیَن اندر داخل ہوا۔ اس کمرے میں پانچ افراد کو کرسیوں پہ باندھا گیا تھا، وہ پانچوں پاکسٹیٹ کے ہی باشندے تھے اور اس وقت بے ہوش تھے۔

"ایسا کیا ہے جس وجہ سے مجھے بلایا؟۔" گارڈِیَن نے ان کے جھکے ہوئے سر دیکھ کر پوچھا۔

"ایک منٹ باس۔" کہتا ہوا راما ایک طرف رکھی میز کی جانب بڑھا، جب وہ واپس لوٹا تو اس کے ہاتھ میں ایک تصویر تھی۔ جو اس نے

گارڈِین کو تھمائی اور پھر کرسیوں پہ موجود پہلے شخص کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ گارڈِین نے تصویر دیکھی اور پھر اس شخص کو دیکھا۔ وہ تھوڑی دیر تصویر کو گھورتا رہا اور پھر راما کو اشارہ کیا، اس نے اس نوجوان کے بال چھوڑے تو سر اونچائی سے لڑھکنے والے ڈرم کی طرح سینے کی طرف بڑھا۔

"سب کے ساتھ ایسا ہی ہے؟۔" گارڈِین کے چہرے پہ گہری سنجیدگی تھی۔

"یس باس، سب کے ساتھ ایسا ہی ہے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کا بھی غور سے جائزہ لیا گیا ہے۔" راما نے جواب دیا۔

"تمہارے خیال میں کیا کرنا چاہیے؟۔" گارڈِین نے اس کے چہرے پہ نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا۔

"ایک کو ہوش میں لا کر پوچھ گچھ کر لیں۔" راما نے کہا۔

"یہ اس دوران بے ہوش ہی رہے ہیں؟۔"

"یس باس، جب تک کوئی فیصلہ نہ ہو جاتا، مجھے انہیں بے ہوش رکھنا ہی

بہتر محسوس ہوا۔" راما نے کہا۔

"مجھے بہت خوشی ہے راما، تم نے بہت اچھے فیصلے لئے۔ ان میں سے کسی کو ہوش میں لاؤ۔ پہلے باری باری ان کے چہرے تو دکھاؤ۔" گارڈِیَن نے کہا اور راما سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھا اور سب کے چہرے دکھانے لگا جیسے قربانی کے لئے بکرا دیکھ رہے ہوں۔

"چوتھے کو ہوش میں لاؤ، باقی افراد کی نسبت یہ نرم مزاج لگتا ہے۔" گارڈِیَن نے چہرے دیکھنے کے بعد کہا تو راما نے جیب سے چھوٹی سے بوتل نکال کر اس کا ڈھکن اتارا، پھر وہ بوتل اس نوجوان کی ناک سے لگا دی، چند لمحوں بعد اس نے بوتل پہ ڈھکن لگا کر واپس جیب میں رکھا اور پھر گارڈِیَن کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

گارڈِیَن اب وہاں رکھی کرسی پہ بیٹھ چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نوجوان کے جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے نشئی کی طرح جھومتے ہوئے سر اٹھانے کی کوشش کی، تیسری یا چوتھی کوشش میں وہ سر اٹھانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"پپ۔ پانی۔" وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں بڑبڑایا۔

"اسے پانی پلاؤ۔" گارڈِیَن نے کہا تو راما سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"مم۔ میں کہاں ہوں؟۔" اس کی آواز میں شعور انگڑائیاں لیتا محسوس ہوا۔

"تم محفوظ ہاتھوں میں ہو۔" گارڈِیَن نے کہا تو اس نے چونک کر گارڈِیَن کی طرف دیکھا۔

"تم کون ہو؟۔" نوجوان نے پوچھا۔ اس نے پہلی نظر میں ہی اپنے ساتھیوں کے بدلے ہوئے چہرے دیکھ لیے تھے۔

"سوال یہ ہے کہ تم لوگ کون ہو اور ان پہاڑیوں میں کیا کر رہے تھے؟۔" گارڈِیَن مسکرایا۔

"اوہ۔ ہم کب سے یہاں ہیں؟۔" نوجوان اپنی ہی رٹ لگائے بیٹھا تھا۔

"کل رات سے، اب اگلی شام ہو چکی ہے۔ میرے صبر کا امتحان مت لو، جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو۔" گارڈِیَن نے گھٹنوں پہ کہنیاں رکھ کر آگے جھکتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

اسی وقت دیوار میں خلا پیدا ہوا اور راما کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے بے آواز انداز میں خلا پر ہو گیا۔ نوجوان کی آنکھیں سکڑ کر وہیں پہ جمی رہ گئیں جہاں خلا پیدا ہو کر ختم ہوا تھا۔

"تم لوگ کونسی جنریشن کے کمپیوٹر سسٹم استعمال کر رہے ہو؟۔" نوجوان نے پوچھا تو گارڈِیَن نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"تو تم اسمگلر نہیں ہو۔" گارڈِیَن نے کہا۔

"اسمگلر جاہل ہی ہو سکتے ہیں؟۔" نوجوان مسکرایا۔

"اپنے بارے میں بتاؤ۔"

تب تک راما نے آگے بڑھ کر پانی کی بوتل کا ڈھکن کھولتے ہوئے بوتل اس کے منہ سے لگائی اور وہ غٹاغٹ پانی پینے لگا جیسے صدیوں کا پیاسا ہو۔ تھوڑا سا پانی پلان کے بعد راما نے بوتل واپس کھینچ لی اور اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔

"میرا نام اکمل ہے، کمپیوٹر انجینئر ہوں لیکن نوکری نہ ملنے کے سبب اس راہ پہ چلنا پڑا۔ میں اور میرا گروپ اپنے باس کے ہاتھوں بہت عرصے

سے بلیک میل ہوتے آئے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اسے ختم ہی کر دیں گے اور ان کے پاس موجود اپنے خلاف جو ثبوت ہیں وہ لے اڑیں گے۔" اس نوجوان نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"اچھی کہانی بنائی ہے، ناول لکھا کرو۔" گارڈِیَن نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"مجھے بھوکا مرنے کا شوق نہیں۔" اکمل نے منہ بنایا۔

"تمہاری ٹیم کونسی سی اس میں؟۔" گارڈِیَن نے پوچھا تو اکمل چونک گیا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ ہم دو ٹیمیں ہیں؟۔"

"ایک ٹیم کی ٹرانسمیٹر کال ہم نے سنی تھی، اس وجہ سے جانتا ہوں۔" گارڈِیَن نے کہا تو نوجوان نے اشاروں کے ذریعے اپنے دو ساتھی بتائے۔

"تم لوگ میک اپ میں کیوں تھے؟۔" گارڈین نے پوچھا۔

"ہم تو اپنی پہچان چھپانا چاہ رہے تھے بس۔" اکمل نے جواب دیا۔

"اوکے۔ راما، باقی دونوں میں سے ایک کو ہوش میں لاؤ، اور تم چپ رہو گے ورنہ گولی پیشانی میں اور جان آزاد۔" گارڈِیَن نے سخت لہجے میں کہا تو اکمل نے اثبات میں سر ہلایا۔

ٹیم ایکس کے ممبر کے ہوش میں آنے کا عمل شروع ہو رہا تھا۔

* * *

ایکس تھری نور گل اور اس کے ساتھی کو ختم کرنے کے بعد اس دراڑ سے نکلی اور پھر واپس اسی غار میں جا گھسی جہاں وہ پچھلی رات سے

موجود تھی۔ وہ واپس لوٹ کر کافی دیر تک سوچتی رہی کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ اس کی ٹیم اور حریف ٹیم اس وقت کسی تیسرے فریق کے قبضے میں ہے جو اس علاقے میں بہت عرصے سے ہیں اور بہت طاقتور بھی ہیں۔

ایک بات تو صاف تھی، روشنی میں باہر نکلنا اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا، رات کو ہی وہ نکل سکتی تھی اور پھر نور گل کی طرح اور لوگوں کو شکار کر کے اپنی ٹیم تک پہنچ سکتی تھی۔ رات کو ہی اس نے نیلی پہاڑی کی طرف بڑھنے کا منصوبہ بھی بنایا تھا۔

وہ یہ بھی سمجھ گئی تھی کہ ان کی ہی ٹرانسمیٹر کال پکڑی گئی تھی جس وجہ سے دونوں فریق تیسری پارٹی کے ہاتھ لگے، ایسے میں ٹرانسمیٹر استعمال کر کے مدد بلوانا ٹھیک ہو گا یا نقصان دہ؟ اسی ادھیڑ پن میں بہت وقت گزر گیا۔ ایک طرف کال ٹریس ہونے کا خدشہ تھا تو دوسری طرف اسے ٹیم کی فکر تھی۔

سورج اب بالکل سر پہ آچکا تھا، اسے بھوک ستانے لگی تھی۔ اس نے بیگ کھول کر اس میں سے چھوٹا سا ڈبہ نکالا جس میں موجود کھانا کافی

دنوں تک قابلِ استعمال رہ سکتا تھا۔ خشک کی ہوئی بوٹیاں نکال کر اس نے ایک طرف رکھیں اور پھر پانی کی چھوٹی سی بوتل نکالی۔ اس میں سے آدھا پانی وہ کل رات سے پی چکی تھی اب جب تک پانی کا کوئی اور ذریعہ نہ ملتا، یہی بوتل اس کا سہارا تھی ۔ اس نے بوٹی اٹھا کر منہ میں رکھی اور پھر برے برے منہ بناتی، جبڑے ہلانے لگی، ساتھ ساتھ وہ پانی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔

پیٹ پوجا کرتے اس کا خیال اپنے باس کی طرف گیا۔ جب انہیں مشن سونپا گیا تو انہیں صرف ایک ٹیم کا بتایا گیا تھا، یہ تیسری پارٹی اچانک کہاں سے آئی؟ اس پہ وہ حیران تھی۔ کیا ان کا باس بھی مار کھا گیا تھا اور وہ جانتا نہیں تھا کہ اس علاقے میں کوئی منظم گروہ رہتا ہے یا پھر یہ اس کی کوئی چال ہے؟ عجیب بات تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اگر باس کو علم تھا تو انہیں لاعلم رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ مر بھی سکتے تھے۔ اور اگر باس کو اس گروہ کا علم نہیں تو پھر اس کی قابلیت پہ سوال اٹھتا ہے۔

انہی سوچوں میں گم، اس کے منہ میں موجود گوشت کا ٹکڑا رستہ بھول گیا یا اٹک گیا اور اسے اچھو لگ گیا۔ کھانستے ہوئے اس نے پانی کی بوتل منہ سے لگائی اور پانی پیتے ہوئے اچانک وہ وہیں ساکت ہو گئی، جیسے کسی نے منتر پڑھ کر پتھر کا بنا دیا ہو۔ اس کی توجہ کسی آواز پہ مرکوز ہو گئی تھی۔ اس نے پانی کی بوتل منہ سے ہٹائی اور اس پہ ڈھکن لگا کر خوراک کا ڈبہ بیگ کے نیچے دیا، خود فوری لیٹ گئی، یہ الگ بات تھی کہ وہ بیگ کے قریب ہی لیٹی تھی اور ایک ہاتھ بیگ کے نیچے تھا، اس نے آنکھیں بند کیں اور نیم وا آنکھوں سے غار کے دہانے کو دیکھنے لگی۔

دھانے پہ دو سے تین منٹ تو کچھ نظر نہ آیا، پھر اچانک ایک سایہ نظر آیا، وہ سایہ لمحوں میں ایک اسلحہ بردار شخص کا روپ دھار گیا جو غار کے اندر قدم رکھ رہا تھا۔ اس نے گن ایکس تھری کی طرف تان رکھی تھی۔ وہ منجھے ہوئے شکاری کی طرح اس کی طرف بڑھ رہا تھا، آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

"تو یہ اکیلی یہاں پڑی ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"اے لڑکی۔" اس نے ہانک لگائی مگر وہ چپ چاپ پڑی رہی۔ اس شخص نے پاؤں کی ٹھوکر ماری، ٹھوکر نزاکت سے ہی ماری گئی تھی جیسے اس کی بہت پیاری رشتہ دار ہو، دشمن یا شکار نہیں مگر وہ چپ چاپ لیٹی رہی۔

"بلِے بھائی تجھے تو پکا پکایا کھانا مل گیا۔"

وہ گن پہلو کے ساتھ لٹکاتے ہوئے بڑبڑایا اور گھٹنوں کے بل لڑکی کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ لڑکی کو گھورتا رہا اور پھر اس کا چہرہ لڑکی کے چہرے کی طرف بڑھا، اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو رہی تھیں جبکہ لڑکی ابھی بھی بے خبر لیٹی ہوئی تھی۔ جیسے ہی وہ مزید قریب ہوا، لڑکی کا وہ ہاتھ جو بیگ کے نیچے تھا، اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سامنے آیا اور ایک سائلنسر ڈپسٹل کا دہانہ اس شخص کی ٹھوڑی کے نیچے لگا تھا۔

"کک۔ کیا مطلب۔؟۔" اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور بالکل ساکت ہو گیا تھا۔

"اور کتنے لوگ ہیں تمہارے ساتھ؟۔" لڑکی پھنکاری۔

"میڈم۔ یہ دھو۔ ددھوکہ ہے۔" وہ ہکلایا۔

"کتنے لوگ ہیں؟۔" وہ پسٹل دباتے ہوئے غرائی۔

"دد۔ دو، وہ نہیں جانتے کہ تم........."

"بِلے بھائی، اللہ تجھے معاف کرے۔"

لڑکی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا اور ٹرچ کی آواز کے ساتھ گولی اس کی زبان میں سوراخ کرتی دماغ میں گھسی اور پھر کھوپڑی سے نکل کر غار کی چھت سے ٹکرائی۔ بِلے کا جسم تیزی سے اس کی طرف بڑھا، اس نے برق رفتاری سے الٹی قلازی ماری اور بِلا پتھریلی زمین پہ دھپ سے گرا۔

وہ کچھ لمحے کھڑی رہی اور پھر دہانے کی طرف بڑھی۔ دھانے سے لگ کر اس کی نظریں سامنے میدان کا طواف کرنے لگیں مگر کوئی بھی انسان نظر نہ آرہا تھا۔ وہ تیزی سے پلٹی اور بیگ سے خنجر نکال کر "بِلے" کو کاٹنا شروع کر دیا، اس کے جسم سے گرم خون نکلنے لگا اور ایکس تھری نے خنجر ایک طرف رکھا اور منہ بناتی ہوئی اپنے ہاتھوں سے بلے کا خون

اپنے کپڑوں پہ ملنے لگی، یہاں تک کہ کنپٹی سے رخساروں تک اس نے خون مل لیا اور پھر پسٹل جیب میں ڈالے وہ دہانے کی طرف بڑھی۔

ایک بار جائزہ لے کر وہ سیدھی کھڑی ہوئی اور پھر غار سے نکل کر ہلکی سی چیخ ماری۔ زور سے چیخ مارنے سے دور تک موجود لوگ متوجہ ہو سکتے تھے لہذا اس نے دو تین باریوں چیخ ماری جیسے تکلیف کے مارے زور سے چیخنا ممکن نہ ہو اور لہرانے لگی، اچانک اسے ایک مردانہ آواز سنائی دی مگر کوئی نظر نہ آیا، وہ جھومتی ہوئی دھڑام سے نیچے گری تا کہ دور سے اسے نشانہ نہ بنایا جا سکے۔

اسے وہاں گرے بمشکل دو منٹ ہی ہوئے ہوں گے جب اپنے قریب قدموں کی آہٹ محسوس کی اور دو ہانپتے ہوئے وجود اس کے قریب رکے۔ "زخمی لگ رہی ہے۔" ایک آواز سنائی دی۔

"تو؟ کیا کریں؟ ہمیں اسے اٹھا کر چلنا پڑے گا۔ فشر کے پاس فرسٹ ایڈ کٹ ہے، کیمپ لے چلتے ہیں اسے۔" دوسرے شخص نے کہا۔

"میرا خیال ہے لمبے جھنجٹ سے گولی ہی مار دیتے ہیں، زخمی پہلے ہی ہے، کہہ دیں گے کسی اور نے گولی ماری۔ یاد آیا، بلا اس طرف آیا تھا، وہ نظر نہیں آ رہا۔" پہلے شخص نے کہا۔

"میں غار میں چیک کرتا ہوں۔" دوسرے نے کہا اور پھر غار کی طرف بڑھتے قدموں کی آواز سن کر وہ چوکس ہو گئی کیونکہ اب مجبوراً اسے حرکت میں آنا ہی تھا۔

"اوہ۔ بلے۔ بلے۔" اندر سے آوازیں آنے لگیں تو دوسرا شخص بھی دوڑتا ہوا غار کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا؟۔" وہ غار میں داخل ہوتے ہوئے چیخا۔

"بلا مر چکا ہے، اس لڑکی نے مارا ہو گا۔" دوسرے شخص نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ، تبھی وہ خود بھی زخمی ہے۔ اب تو اس حرامزادی کو مارنا ہی پڑے گا، ہمارے دوست کو بے رحمی سے قتل کر دیا اس نے۔" پہلے شخص نے کہا۔

ایکس تھری اٹھی اور تیزی سے غار کی طرف بڑھی۔ "مجھے یہ گالی پسند نہیں آئی۔" اس نے کہا اور ان دونوں کے حرکت میں آنے سے پہلے اس کا پسٹل والا ہاتھ حرکت میں آیا اور دونوں کھوپڑیوں میں سوراخ لئے دھپ دھپ سے باری باری بلے کے ساتھ گرتے چلے گئے۔

"بلے۔" وہ بڑبڑائی اور پھر اپنے بیگ کی طرف بڑھی۔

اس نے پانی کی بوتل اٹھائی اور حسرت سے پانی کو دیکھا، پھر آہ بھر کر پسٹل ایک طرف رکھا اور ڈھکن کھول کر ہاتھ پہ پانی گرانے لگی۔ وہ چہرے کو خون سے صاف کرنا چاہتی تھی اور جلد ہی اس میں کامیاب ہو گئی۔

"اس جھنجھٹ سے ثابت ہوا کہ باس کے بارے میں الٹا سوچنے سے قسمت کو بھی اچھو لگ سکتا ہے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے بیگ کی طرف بڑھ گئی۔

"باس کو کیا بتانا، شام ہوتے ہی یہاں سے نکل کر نیلی پہاڑی کی طرف بڑھ جاؤں گی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ کھانا کھانے لگی۔ کھانا کھا کر

اس نے لاشوں کو ایک دوسرے کے اوپر ترتیب سے سیٹ کیا اور پھر ان کی اوٹ میں خود لیٹ گئی، تھوڑی ہی دیر میں وہ گہری نیند میں تھی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر سوئی ہو گی کہ ٹوں ٹوں کی آواز کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی وہ تیزی سے بیگ پہ جھپٹی اور متوسط سائز کا جدید ٹرانسمیٹر نکال کر کال ریسیو کی۔

"ایکس تھری بول رہی ہوں۔"

"کیا رپورٹ ہے؟۔" دوسری طرف سے سرد آواز سن کر اس کے جسم میں سرد لہر تو دوڑی ہی دوڑی ساتھ ہی سکون کی لہر بھی دوڑ گئی جیسے وہ تپتے صحرا سے اچانک ہی نخلستان میں اتر آئی ہو۔

اس نے تیز لہجے میں باس کو رپورٹ دی لیکن کوڈ ورڈز میں ہی بات کی گئی تھی۔

"اوکے، تم اپنے پلان پہ عمل کرو۔ اوور اینڈ آل۔"

اس کا چہرے شدتِ حیرت سے بگڑ گیا، سب کچھ بتانے کے باجود ایک ہی جواب، اور بس بات ختم۔ کچھ لمحے تو وہ سن ہو کر رہ گئی اور پھر

آنکھیں پھیلا کر خود کر نارمل کرنے لگی۔ "باس ایسے ہی ہوتے ہیں۔" وہ بڑبڑائی۔

* * *

اندھیرا پھیلنے کی وجہ سے وہ تھوڑی دور تک ہی خچروں پہ سفر کر سکے، اسکے بعد پیدل مارچ۔ لزا تو تھوڑی دور جا کر ہی ہانپنے لگی جبکہ لوتھر اور بطوط ابھی نارمل نظر آرہے تھے۔ سب سے آگے لوتھر تھا جس نے ٹارچ جلا رکھی تھی، اس کے پیچھے لزا اور پھر بطوط۔

"اب دیکو تم، اگر تمہارا چار ٹانگیں ہوتیں تو ام سے بھی جلدی....."

"بکواس بند کر بطوط، ہر وقت بک بک اچھی نہیں ہوتی۔" لزا کی حالت خراب تھی، وہ چڑ کر برس پڑی۔

"تم اس وقت بالکل اسی طرح کی لگ رہی ہو جو کاٹ کر پھر بتاتی تھی۔"

بطوط بڑابڑایا مگر لزا نے چپ رہنے میں ہی عافیت محسوس کی۔

"باس، کتنی دور تک چلنا ہے؟۔" اس نے لوتھر سے پوچھا۔

" ایک کلومیٹر اور، پھر تم رک جانا اور ہم لوگ آگے روانہ ہو جائیں گے۔" لوتھر نے جواب دیا۔

"ایک کلومیٹر اور۔۔" وہ دھپ سے زمین پہ گری۔

"اوہ، بیچارہ لزا۔" بطوط نے پچکارنا شروع کر دیا۔

"اسے اٹھالو۔" لوتھر نے بطوط سے کہا۔

"ام آج تک قسم نہیں اٹھایا اور لڑکی اٹھالے۔" بطوط نے منہ بنایا۔

"بکواس بند کرو اور اسے اٹھاؤ۔" لوتھر رک غراتے ہوئے مڑا۔

" دیکو، ہماری دہاڑی میں یہ شامل نہیں۔ ام صرف کتوں کی خدمت کرے گا بس، اگر گڑھا وڑھا کھودنی ہے تو مفت کھودے گی، یہ بوجھ اٹھانا ہے تو الگ دہاڑی لے گی۔" اس نے کہا۔

"اوکے اوکے، دہاڑی لے لینا ساڑھے چار سو، اٹھاؤ اب۔" لوتھر مسکرایا۔

"لیکن ابھی تو رات ہے 'دہاڑی' کیسے لے گی؟ اور 'راتی' ہم لے گی نہیں۔ تم ہی اٹھاؤ، ہم ٹارچ پکڑے گی۔" بطوط نے چونک کر کہا جیسے بہت بڑی بات سمجھ میں آئی ہو۔

"اٹھاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔" لوتھر نے پسٹل نکال کر اس پہ تان لیا۔

"ادھر مارنا، خارش ہو رہیا ہے ام کو، اور ذرا آرام سے۔" اس نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور پہلو سے قمیض بھی اٹھا دی۔

"الو کا پٹھا۔" لوتھر نے دانت پیستے ہوئے مزید گالیوں سے بطوط کو نوازا اور پھر ٹارچ اس کے سینے پہ مارتے ہوئے اسے تھمائی اور لزا کو کندھے پہ ڈال لیا۔

"ہم ساری گالی سمجھتی ہے، سکول میں سب کا ترجمہ سیکھی ہے، ام کو بچہ مت سمجھو، ام اس وجہ سے چپ ہے کہ اماں کہتی تھی 'جو کہتی ہے وہی ہوتی ہے'۔" بطوط نے منہ بنایا اور آگے بڑھ گیا۔

اچانک بطوط کی چیخ نکلی اور وہ ٹارچ سمیت دور تک بھاگتا ہی چلا گیا، لوتھر نے اسے گالی دی اور وہیں رک گیا، تھوڑی دیر بعد روشنی واپس آتی محسوس ہوئی اور لوتھر اس طرف گھورنے لگا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟۔" بطوط کے وہاں پہنچتے ہی وہ برس پڑا۔

"وہ ام کو 'ٹُھڈا' لگ گئی تھی۔" بطوط نے شرمندہ لہجے میں کہا۔

"ٹھڈا؟ وہ کیا ہوتا ہے؟۔" لوتھر حیرت سے بولا اور دونوں چلنے بھی لگے۔

"اڑ نگا۔" بطوط نے سنجیدگی سے جواب دیا اور خاموشی چھا گئی۔ پھر ایک کلومیٹر تک تو خاموشی ہی رہی، فقط کیڑوں مکوڑوں کی آواز اور قدموں کی آواز، کبھی کبھار بطوط کو "ٹھُڈا" لگ جاتا اور پھر وہ ٹارچ پکڑے دور تک دوڑتا چلا جاتا جس وجہ سے لوتھر کو رک کر اس کی واپسی کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔

اونچے نیچے رستوں پہ چلتے ہوئے ان کی مت ماری گئی تھی خاص طور پہ لوتھر کی، اس نے لزا کو بھی اٹھا رکھا تھا جو ابھی تک بے ہوش تھی یا بس بن رہی تھی، جبکہ بطوط خان ٹھُڈے کھا کھا کر اکتایا ہوا تھا اب وہ اس زمین کو کوس رہا تھا، کبھی کبھی تو اونچی آواز میں بین بھی کرتا تھا اور زمین کو دھمکیاں الگ۔

"بیٹا اڈے پہ پہنچ لے، تیرے سارے بل کس نکل جائیں گے۔" لوتھر بڑبڑایا۔

ان کا پہلا پڑاؤ آ گیا تھا، یہ ایک چوڑی دراڑ تھی جہاں چار افراد موجود تھے، رات کے اندھیرے کی وجہ سے وہ تاریکی کا حصہ ہی معلوم ہوتے

تھے، یہ تو ٹارچ کی روشنی ایک بار پڑی تو بطوط کو پتہ چلا کہ وہ چار ہیں، پھر لوتھر نے ٹارچ بھی بند کروادی۔

"یہ کون ہے لوتھر؟۔" ایک شخص نے پوچھا۔ وہ انگلش میں بات کرنے لگے تھے۔

"ہے ایک شکار، تم بتاؤ، کھیپ تیار ہے؟۔" لوتھر نے پوچھا۔

"بالکل، دونوں طرح کی کھیپ تیار ہے، ایک تحفہ نوجوانوں کے لئے ایک ملک کے لئے۔ بس اب نکلنا ہے صرف۔" دوسرے نے جواب دیا۔

"پھر فائنل کب ہے؟۔ کچھ طے ہوا؟۔" لوتھر نے پوچھا۔

"پرسوں میٹنگ ہے، دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے۔" جواب ملا۔

"اوکے، یہ لزا کو لے لو، اسے وہاں چھوڑنا بہتر نہیں تھا، اس کے علاوہ باقی افراد کو بھی ہٹا دیا گیا ہے۔" لوتھر نے کہا۔

"اوہ ہاں، اڑتی اڑتی خبر پہنچی تھی، ہوا کیا ہے؟۔"

"انسدادِ منشیات نے ریڈ کی تھی، ان بے وقوفوں نے مجھے دانیال سمجھ کر ہی سب کچھ کیا جس وجہ سے بچ نکلنے میں آسانی ہوئی، اسی وجہ سے مجبوراََ مجھے اڈے پہ بلا لیا گیا۔ باس کا کہنا تھا کہ وہاں ضرورت ہے کچھ دن، تب تک یہ ایجنسی والے بھی ٹکریں مار مار کر تھک جائیں گے۔" لوتھر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ایجنسی والوں کی ریڈ کی وجہ سے باس نے بلا لیا ہے، اگر تم قیمتی نہ ہوتے تو گولی مار دی جاتی۔" سامنے والے نے قہقہہ لگایا۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔" لوتھر بھی ہنسا۔

"اچھا، اب ہم چلتے ہیں، ابھی کافی فاصلہ ہے۔"

لوتھر نے کہا اور پھر الوداع کہتے ہوئے اس نے بطوط کو ٹارچ روشن کرنے کو کہا، ٹارچ روشن ہوئی اور ان چاروں پہ گھوم کر غار کے دہانے تک پہنچی اور بطوط دھڑام سے گرا۔

"سواری۔ امارہ نسوار گر گئی۔" اس نے کہا اور لوتھر نے پھر سے ایک گالی سے نوازا۔

اور.....ان کا سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔

* * *

ٹیم ایکس کا ممبر ہوش میں آ چکا تھا، اکمل اسے گھور رہا تھا جیسے وہیں بیٹھے بیٹھے کسی "ایلین" کی طرح لمبی زبان نکال کر اسے کرسی سمیت اپنے پیٹ میں کھینچ لے گا۔ گارڈِیَن کن اکھیوں سے اکمل کو بھی دیکھ رہا تھا اور ہوش میں آنے والے اس نوجوان کو بھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟۔" گارڈِیَن نے اس سے پوچھا۔

"تم سے مطلب؟۔" اس نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"مطلب ہے تو پوچھ رہا ہوں ناں میری جان۔" گارڈِیَن مسکرایا۔

"یہ تم نے مجھے باندھ کیوں رکھا ہے؟ اور یہ کون ہیں سب؟۔" وہ حیرت سے گردن گھما گھما کر سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"میرے بھائی تم سب کا میک اپ اتر چکا ہے، تمہاری شکل بھی بدلی ہوئی ہے۔" گارڈِیَن نے چٹخارے لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ، پھر میں بتاؤں گا۔" اس نوجوان نے کہا۔

"میں تیرا ملازم نہیں۔ راما، مجھے اس کے متعلق ہر بات جاننی ہے۔" گارڈِیَن حلق کے بل چیخا اور راما تیزی سے میز کی طرف بڑھا، جب وہ

مڑا تو اس کے ہاتھ میں تیز دھار خنجر تھا، وہ تیزی سے اس نوجوان کی طرف بڑھا۔

"تم پچھتاؤ گے۔" اس نوجوان نے کہا، اس کی آنکھیں یکایک سرخ ہونے لگی تھیں جیسے چنگاریاں نکل رہی ہوں۔

"اچھا، میرے پاس بہت وقت ہے، پچھتا لوں گا۔" گارڈِیَن مسکرایا اور اس نوجوان نے حیرت سے اس کے بدلتے ہوئے مزاج اور موڈ کو دیکھا۔ تب تک راما اس کے پاس پہنچ چکا تھا۔ راما نے اس کے بال پکڑ کر اس کا سر اوپر کو اٹھایا اور خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔

"رکو۔ میں نے بتا تو دیا ہے۔"

اکمل نے کہا تو راما نے اس کی طرف دیکھا، گارڈِیَن بھی اسی کی طرف متوجہ ہوا اور وہ نوجوان، وہ قدموں پہ کھڑا ہوا، بلکہ بندھا ہونے کی وجہ سے جھک ہی سکا اور اس کا سر پوری قوت سے راما کے پیٹ میں گھسا، راما اوغ کی آواز کے ساتھ ایک قدم پیچھے ہٹ کر رکوع کے بل جھکا ہی تھا کہ اس نوجوان نے کرسی سمیت قلابازی ماری اور راما کی چیخ سے کمرہ

گونج اٹھا، ادھر اکمل نے گارڈِیَن کو اس نوجوان کی طرف متوجہ دیکھا کر ہاتھوں کو جھٹکے دینے شروع ہی کیئے تھے کہ گارڈِیَن نے خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا، اکمل اس کی آنکھوں میں درندگی دیکھ کر کانپ کر رہ گیا۔

راما اب اس نوجوان کی کرسی تلے دبا ہوا تھا کہ اچانک وہ پوری قوت سے کھڑا ہوا، وہ نوجوان کرسی سمیت اڑتا ہوا عقبی دیوار سے ٹکرایا اور اس کا سر پوری قوت سے دیوار سے لگا، اس کی چیخ کے ساتھ ہی کرسی دھڑام سے فرش پہ گری، کرسی کی دو ٹانگیں ٹوٹنے کے ساتھ ساتھ وہ نوجوان ساکت ہو گیا۔

گارڈِیَن اکمل کی طرف متوجہ ہوا، پسٹل سیدھا کیا۔ "میرا خیال ہے گولی مار کر قصہ تمام کیا جائے۔ فضول کی بک بک۔"

"میں تمہارے کام آسکتا ہوں، تم لوگ دروازوں تک ٹیکنالوجی کے استعمال کر رہے ہو، مفید ثابت ہو سکتا ہوں۔" اکمل نے کہا۔

"راما، اسے دوسری کرسی پہ باندھو۔" گارڈِیَن نے کہا تو راما سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"ٹیکنالوجی ہے تو لوگ بھی ہیں میرے پاس، کوئی کام کی بات بتاؤ ورنہ ...." اس نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"یہ لوگ حکومتی ایجنٹ ہیں۔" کچھ دیر سوچنے کے بعد اکمل نے کہا۔

"اوہ۔ حکومتی ایجنٹس کا یہاں کیا کام؟۔" گارڈِیَن چونک گیا۔

"جیسا کہ میں نے بتایا، میں ایک سمگلنگ ریکٹ کا حصہ ہوں بلکہ ہم تینوں۔ ہمارے گروپ کے خلاف انہوں نے کچھ ثبوت حاصل کر لیے تھے، ہم وہی ان سے واپس حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔" اکمل نے کہا۔

"پہلے تم نے کچھ اور کہانی سنائی۔" گارڈِیَن مسکرایا۔

"ہم اپنے گروپ خلاف ثبوت کے بارے میں تمہیں بتا کر بلیک میل نہیں ہونا چاہتے اس وجہ سے ذاتی ثبوتوں کی بات کی۔" اکمل نے منہ بنایا۔

"اور کیا ہیں وہ ثبوت؟۔"

"وہ ایک فائل ہے جو ان کی لیڈر کے پاس ہے۔" اکمل نے کہا۔

"تم کس ریکٹ سے متعلق ہو؟۔"

"ویسے ہمارا کوئی باقاعدہ نام نہیں لیکن ہم "بلیک سپلائی" کے نام سے کام کرتے ہیں۔" اکمل نے کہا۔

"نام تو سنا ہوا ہے لیکن ان کا کبھی بھی اس طرف اڈہ نہیں رہا۔" گارڈِیَن نے کہا۔

"اڈہ تو اب بھی نہیں۔ اس منحوس شور والے پہاڑی سلسلے میں اڈہ کیسے بن سکتا ہے پھر یہ شہر سے زیادہ دور نہیں جس وجہ سے نظر میں آ سکتے ہیں۔ ہم ان ایجنٹس کے پیچھے یہاں تک آئے ہیں۔" اکمل نے کہا۔

"کچھ بھی ہو، مرنا تو پڑے گا، میں سامنے آ چکا ہوں، ایک اڈہ تمہاری نظروں میں آ چکا ہے، میں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔" گارڈِیَن نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو مجھے اپنے ساتھ رکھ لو، میں کام آؤں گا، باقیوں کا جو مرضی کرو۔ ویسے بھی ہم نہیں جانتے کہ کس جگہ پہ ہیں اور تم کرتے کیا ہو

یہاں۔" اکمل نے کہا تو گارڈِیَن سوچ میں ڈوب گیا، اسی وقت دروازہ کھلا اور راما ایک کرسی اٹھائے اندر داخل ہوا۔

"باس، آپ کی کال ہے، وہ لڑکی مل گئی۔" راما نے کہا تو گارڈِیَن کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا۔

"ان کا خیال رکھو، میں آیا۔" گارڈِیَن نے کہا اور تیزی سے دیوار کی طرف بڑھا، جہاں دروازہ نمودار ہوتا تھا۔

"تمہارا باس تو ترسا ہوا انسان محسوس ہوتا ہے۔"

اکمل نے گارڈِیَن کے نکلتے ہی راما سے کہا جو کہ کرسی رکھ کر اس نوجوان کی طرف بڑھ رہا تھا جس نے تھوڑی دیر پہلے اس پہ حملہ کیا تھا اور پھر دوبارہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"یہاں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں لیکن باس کی بات الگ ہے، وہ اور ذہنیت کا مالک ہے، وہ بس دور سے بیٹھ کر پھول دیکھتے رہنے کا عادی ہے۔ اور یہ ایک بیماری ہے۔" راما نے قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔

وہ جھک کر، اس بے ہوش نوجوان کی رسیاں کھول رہا تھا تاکہ اسے دوسری کرسی پہ منتقل کیا جا سکے۔

"پھر کیا فائدہ اس طرح لڑکیوں کے پیچھے بھاگنے کا۔" اکمل نے منہ بنایا جیسے اس جواب سے کوفت ہوئی ہو۔

"کیا کریں، ہر ایک کا اپنا اپنا خبط ہے۔" راما، جو کہ اس نوجوان کی بندشیں کھول چکا تھا، اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے گھسیٹے ہوئے بولا۔

"حد ہے بے حرمتی کی۔" بے ہوش نوجوان کی سخت آواز سن کر راما ٹھٹک گیا، اسی وقت نوجوان کی ٹانگیں اس کے سینے پہ پوری قوت سے لگیں اور راما جھٹکا کھا کر پیچھے ہٹا، نوجوان کا جسم اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"تم ہوش میں کیسے آئے؟۔" راما جو سنبھل چکا تھا، حیرت سے بولا، ویسے اسے نوجوان کی وجہ سے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں تھا، کم از کم اس کے چہرے سے تو یہی لگ رہا تھا۔

"کھلنے کے لئے یہ کرنا پڑتا ہے۔"

نوجوان نے دانت نکوستے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ تیزی سے گھوم گیا، شائیں کی آواز کے ساتھ راما کی چیخ کمرے میں گونج گئی، ایک چھوٹا سا خنجر اس کے بائیں کندھے میں گھسا ہوا تھا، ابھی وہ سیدھا ہوا ہی تھا کہ وہ نوجوان اڑتا ہوا اس سے ٹکرایا اور راما سمیت پوری قوت سے عقبی دیوار سے ٹکرایا، اور حیرت انگیز طور پہ وہ نوجوان ہلکی گیند کی طرف واپس اچھال دیا گیا تھا، وہ اڑتا ہوا کمرے کے وسط میں گرا اور فوری جمپ مار کر کھڑا ہوا۔ ادھر راما بھی کھڑا ہو چکا تھا، اس نے کندھے میں سے وہ خنجر نکال لیا تھا اور اب کینہ توز نظروں سے نوجوان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

راما کا ہاتھ پھرتی سے گھوما اور پلک جھپکنے میں وہ نوجوان چیخ کر پشت کے بل گرا، اس کا ہاتھ سینے پہ تھا اور گرتے ہی وہ تڑپنے لگا، راما تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور نوجوان کی ٹانگیں اوپر کو اٹھیں، اس نے راما کو دونوں پاؤں پہ اٹھاتے ہوئے دوسری طرف کی دیوار سے دے مارا، کمرے میں دبا دبا سے دھماکہ ہوا۔

"تیرے جیسے خنجر چلانے لگیں تو مجھے تو پھر کسی ڈاکٹر کا کمپاؤنڈر بن جانا چاہیے۔" نوجوان نے درشت لہجے میں کہا لیکن راما کا شاید سر دیوار سے ٹکرایا تھا جس وجہ سے وہ ابھی آنکھیں پھاڑ کر ماحول کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے سر سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا، سر پھٹ گیا تھا جس سے ظاہر تھا کہ ضرب کاری لگی ہے اور سنبھلنے میں وقت لگے گا، یہ دیکھتے ہی ایکس فائیو پھرتی سے سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا اور دو بڑے خنجر تھامے وہ واپس مڑا، چھوٹا خنجر، جو راما نے اس پہ پھینکا تھا، وہ بھی اس کے ہاتھ میں تھا، وہ تیزی سے اکمل کی طرف بڑھا اور ایک خنجر اس کے ہاتھ پہ بندھی رسی پہ رکھ کر تیزی سے چلانا شروع کر دیا۔

"دیکھنا، تیز دھار خنجر ہے، بازو ہی نہ کاٹ دینا۔" اکمل نے منہ بنایا۔

"بیٹا، میں قصائی کے کھوکھے پہ بہت عرصہ رہ چکا ہوں۔ دھیان رکھنا جب وہ سانڈ سنبھل جائے تو بتانا ورنہ مارے جائیں گے۔" اس نے ناگواری سے منہ بنایا۔

"راما سنبھل رہا ہے، وہ کھڑا ہو رہا ہے۔" اکمل نے تیز لہجے میں کہا۔

"رسی بھی بس کٹنے والی ہے، میرے قریب پہنچے تو بتا دینا۔" ایکس فائیو نے کہا۔

"وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے، سنبھلو۔" اکمل چیخا۔

ایکس فائیو نے عین اس وقت خنجر ہٹا لیا جب رسی کا ایک بل پوری طرح کٹ چکا تھا۔

"یہ لے، اپنی اوقات کے برابر خنجر۔" ایک بل کٹتے ہی اس نے چھوٹا خنجر اکمل کی گود میں پھینکا اور واپس مڑا ہی تھا کہ راما نے اسے گردن سے پکڑ کر ہوا میں اٹھاتے ہوئے دور اچھال دیا۔

"اپنی جگہ سے حرکت مت کرنا۔" راما اکمل کو تنبیہ کرتے ہوئے غرایا اور تیزی سے سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھ کر درمیانے سائز کا کلہاڑا اٹھا لیا۔ چہرے پہ خون، اس کی دیو قامت شخصیت اور ہاتھ میں کلہاڑا، اسے دیکھ کر اکمل کو بے اختیار جھرجھری آئی۔

"آ جا قصائی کے بچے۔" راما نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"آ رہا ہوں کھوکھے کے نیچے بیٹھ کر رالیں ٹپکانے والے۔"

نوجوان نے طنزیہ انداز میں کہا اور برق رفتاری سے راما کی طرف دوڑ لگا دی، راما بھی ڈکراتا ہوا اس کی طرف بڑھتا چلا گیا جبکہ اکمل..........خود کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں لگ گیا جیسے وہاں اکیلا ہی ہو۔

* * *

اندھیرا پھیلنے تک اس غار کی طرف دوبارہ کسی کی آمد نہ ہوئی جس وجہ سے وہ آرام سے بیٹھ کر اگلا پلان بنانے میں کامیاب ہوئی۔ اسے رات کی

تاریکی یا پہاڑی علاقے سے زیادہ اس شور سے وحشت تھی جو رات کے وقت اس علاقے میں کیڑے مکوڑوں کی وجہ سے ہوتا تھا، عجیب سیاستدان قسم کی کیڑے تھے، چپ ہونے کا نام ہی نہیں لیتے تھے، شاید میڈیا بھی ان کے ساتھ ملا ہوا تھا لیکن ان کا شور تھا منحوس۔

جب تک اس کی ٹیم تھی، وہ بہت مطمن تھی اور جب سے یہ علم ہوا کہ وہ اکیلی رہ گئی، باقی چیزیں بھی حواس پہ سوار ہوتی محسوس ہونے لگی تھیں، اس سب کے درمیان اگر کچھ اطمینان تھا تو وہ اس کا باس تھا جس پہ اندھا یقین کیا جاتا تھا اور وہ بروقت مدد کو پہنچ بھی جاتا تھا۔ اندھیرا ذرا گہرا ہوا اور وہ شور بھی بلند ہونے لگا تو اس نے ٹارچ کی روشنی میں ضروری سامان اٹھایا، بیگ کندھے پہ ڈال کر ایک مشین گن کندھے سے لٹکائی، دوسری ہاتھ میں پکڑی اور غار سے باہر نکل آئی۔ یہ مشین گنیں بلِے اور اس کے دوستوں کے گنوں میں سے تھیں، ان سے پانی کی ایک بوتل بھی دستیاب ہوئی تھی۔

نیلی پہاڑی کی طرف جانے والے رستے پہ وہ محتاط چال کے ساتھ آگے بڑھتی رہی، اسے دو خطروں کا سامنا تھا۔ ایک پتھریلا اور غیر مسطح رستہ

دوسرا اس کے دشمن۔ اس رستے پہ وہ پہلے نہیں گئی تھی ، ٹارچ کا ہمہ وقت دانت چمکاتے رہنا ضروری تھا لیکن اس سے دشمن کے وار کا خطرہ بڑھ گیا تھا۔ ان سب پہ بھاری وہ شور تھا جو آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ شور کی آواز اتنی بلند نہ تھی کہ کانوں کو تکلیف ہوتی، شور کی نوعیت ایسی تھی کہ دماغ کو تکلیف ہوتی تھی، عجیب سی منحوس آواز۔ اس کی موجودہ رفتار کے مطابق نیلی پہاڑی تک کم از کم دو گھنٹے لگ سکتے تھے اور رفتار بڑھانا اس کے بس میں نہیں تھا۔

اندھیرے میں پہاڑیاں بھی "پہاڑ" لگنے لگی تھیں اور پہاڑ جھک کر ڈراؤنی آوازیں نکالتے محسوس ہو رہے تھے۔ اس علاقے میں پہاڑوں پہ سبزہ ہونے کے علاوہ خودرو جھاڑیاں بھی تھیں جن کے کانٹے پاس سے گزرنے والوں سے یوں گلے ملتے جیسے صدیوں کے بچھڑے عاشق ہوں اور پھر دامن چھوڑنے کا نام ہی نہ لیتے۔

پہاڑوں کی جڑوں میں اور جہاں پہاڑوں کے درمیان وادی نما حصے تھے وہاں جنگلی درختوں کی بہتات تھی جن میں بے ضرر جنگلی جانور کثرت سے پائے جاتے تھے لیکن ایکس تھری جانتی تھی کہ جنگل میں کوئی بے

ضرر نہیں ہوتا، چاہے انسانوں کا جنگل ہو یا جانوروں کا اور خاموشی کا جنگل تو سب سے خطرناک ہوتا ہے۔

اسے چلتے ہوئے لگ بھگ پینتالیس منٹ ہو چکے تھے۔ جسم پسینے سے تر اور ٹانگیں لگاتار اس سے معافی مانگنے لگی تھیں، وجہ تھی ایسا بے ہنگم رستہ اور اعصاب پہ سوار شور اور ہر وقت الرٹ رہنے کا دباؤ۔ اس وقت اسے بہت پیاس محسوس ہو رہی تھی اور بیگ میں پانی کی چھوٹی بوتل بھی موجود تھی لیکن اس وقت وہ رک کر پانی پینے کو بھی عیاشی سمجھتی تھی اور ہونٹوں کو زبان سے تر کرنے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

ابھی تک اس کا سامنا کسی انسان سے نہیں ہوا تھا لیکن اب اسے اونچے رستے سے اتر کر پہاڑوں کی جڑوں سے ہوتے ہوئے آگے بڑھنا تھا، یہ کام حواس اڑا دینے کے لئے کافی تھا۔ اس نے زندگی میں جتنی ڈراؤنی فلمیں بڑی چاہ کے ساتھ دیکھیں اور ان سے لطف اندوز ہوئی تھی، اب وہ سانپ کی طرح دماغ کو ڈسنے کی کوشش کر رہی تھیں اور وہ مسکرا

مسکرا کر ان خیالات کا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ حقیقتاً وہ خیالات بڑھتے ہی جا رہے تھے، شاید ماحول ایسا تھا۔

ٹارچ کی روشنی جس جھاڑی پہ بھی پڑتی، اس کا دل دھک سے رہ جاتا ، یوں لگتا جیسے خون آشام چڑیل چادر لپیٹے بیٹھی ہو اور ایسے وقت میں کسی جنگلی جانور کی آواز تو 'سہاگہ اٹھائے سونے' کی طرف بڑھتی محسوس ہوتی۔ اونچائی پہ چلتے ہوئے وہ قدرے اطمینان سے آگے بڑھ رہی تھی اور خود کو محفوظ سمجھ رہی تھی اور اب جب وہ آہستہ آہستہ نیچے اتر رہی تھی، اس کی دھڑکن تو تیز ہو رہی تھی ساتھ ساتھ قدموں میں بے ترتیبی محسوس ہونے لگی تھی۔

ٹارچ کے ننھے دائرے میں رستہ دیکھتی ہوئی وہ آگے بڑھتی رہی۔ وہ آس پاس کے ماحول اور ذہنی خدشات کو ذہن سے نکالنے کی کوشش کر رہی تھی جیسے وہاں اس کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ اچانک اس کا پاؤں کسی چیز میں اٹکا، منہ سے چیخ نکلی اور وہ منہ کے بل زمین پہ گرتے ہی رول ہوتے ، جھاڑیوں سے ٹکراتی پھسلتی چلی گئی ۔ رستے میں آنے والے کانٹے اس کی خاطر مدارت میں کوئی کسر نہ چھوڑ رہے تھے اور بے

اختیار اس کی چیخوں نے شدت اختیار کر لی تھی، ہاتھ میں پکڑی مشین گن اور ٹارچ تو نجانے کب کی بھاگ نکلی تھیں، کندھے سے لٹکی مشین گن اور بیگ بھی اس کی تکلیف میں اضافہ کر رہے تھے، مشین گن بار بار اس کے جسم کے نیچے آرہی تھی، کبھی گھوم کر منہ پہ آلگتی تو کبھی نیزے کی طرح پشت پہ لگتی۔ اچانک اس کا سر کسی بھاری پتھر سے ٹکرایا، ایک فلک شگاف چیخ کے ساتھ اس کے جسم کو جھٹکا لگا اور دماغ پہ اندھیرا پاؤں پھیلانے لگا، اس نے پوری قوت سے سر کو جھٹکا دیا تاکہ خود کو سنبھال سکے اور اسی پتھر پہ ہاتھ رکھ کر اٹھنے کی کوشش میں جٹ گئی۔

"میرا مشن ادھورا ہے۔" وہ لاشعوری طور پہ بڑبڑائی۔ کھڑی ہوئی ہی تھی کہ جسم کا توازن کھو گیا اور دھپ سے گرتے ہی دوبارہ وہی قصہ .... اور جلد ہی کھٹک کی آواز کے ساتھ وہ چیخ کر ساکت ہو گئی۔ وہ دوبارہ کسی پتھر سے ٹکرا گئی تھی لیکن اس بار وہ کھڑی نہ ہو سکی۔ اس کا دماغ تاریکیوں میں پناہ ڈھونڈ رہا تھا اور آخر کار پناہ میسر آ ہی گئی۔

سر میں شدید درد کی لہر نے اسے یوں بے ہوشی کے سمندر سے کھینچ نکالا جیسے کسی نے بالوں سے پکڑ کر اسے ہوا میں لٹکا دیا ہو۔ اس کے منہ سے کراہ نکل گئی اور آنکھیں دھیرے سے کھلنے، بند ہونے لگیں۔

"لڑکی تو جاندار ہے۔" ایک آواز دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"واقعی، رات کے اس پہر تو ہم میں سے اکیلا کوئی نہیں نکلتا پھر اس جگہ۔" دوسری آواز نے جیسے پھریری لی۔

"صرف وہ والی جاندار نہیں، ویسے بھی جاندار ہے۔" پہلی آواز نے کہا۔

ان آوازوں نے اسے جلدی ہوش سنبھالنے میں بہت مدد کی لیکن جیسے جیسے ہوش سنبھال رہی تھی، پورے جسم میں بے انتہا درد محسوس کرنے لگی اور سر تو جیسے پھٹ کر ٹکڑوں میں تبدیل ہو گیا تھا۔

وہ کسی کے کندھے پہ لدی ہوئی تھی اور رات کا ہی وقت تھا، جنگل کا وہ شور، اس کی جسمانی تکلیف کی وجہ سے اب محض "بیک گراؤنڈ" میوزک کی حیثیت اختیار کر گیا تھا لیکن اس کی منحوسیت آسیب کی طرح دماغ پہ سوار تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے ہاتھ کی حرکت کا دیکھا جانا

مشکل تھا اس وجہ سے اس نے لٹکا ہوا بازو اوپر کر کے سر کو ٹٹولا، خون جما ہوا تھا، بال چپچپے سے ہو گئے تھے۔

"یہ چھچھوری حرکتیں کبھی بند بھی کر دیا کرو کاشف۔" دوسرے شخص نے کہا۔

"تم جاہل ہو بَشرِی۔ زندگی کا مزہ لینے میں کیا حرج ہے۔" جس نے لڑکی کو کندھے پہ اٹھا رکھا تھا، اس نے کہا۔

"زندگی کا مزہ لینے کے لئے جگہ جگہ رال ٹپکانا ضروری ہے؟" بَشرِی نے کہا۔

"اس کا بھی اپنا ہی مزہ ہے۔" کاشف نے قہقہہ لگایا۔

ایکس تھری جان بوجھ کر بے ہوش بنی ہوئی تھی تا کہ جہاں تک گدھے کی سواری میسر آ سکے بہتر ہے اور اس طرح وہ ان کے ٹھکانے تک بھی پہنچ جاتی ورنہ جس طرح کی کاشف باتیں کر رہا تھا، وہ اس کے کندھے پہ لدا رہنا تو دور، اس کا کندھا ہی اکھاڑ دیتی۔

"تم جانتے ہو کہ اسے اڈے پہ بھیجنا ہے۔" بَشرِی نے کہا۔

" اسی لئے تو باتوں سے دل بہلا رہا ہوں ورنہ وہاں سے اٹھا کر لاتا ہی کیوں۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ اسے اڈے میں کیوں بلوا رہے ہیں؟ کسی انچارج کی رال ٹپکی ہو گی۔ "کاشف نے چٹخارے لیتے ہوئے کہا۔

"دماغ بھی گوبر ہو تو ہر طرف گوبر ہی نظر آتا ہے، اڈے میں جو کیمرے ہیں ہم ابھی بھی ان کی پہنچ سے باہر ہیں تو کیسے اس لڑکی کو دیکھا ہو گا کسی نے؟ پھر گن بردار لڑکی جو مردوں سے زیادہ جگرا رکھتی ہے وہ تمہیں بس جاندار مال محسوس ہو رہی ہے۔ "بَشرِی شاید زیادہ سیانا تھا۔

"مہاراج، آپ کے چرن کہاں ہیں؟ آپ تو پہنچی ہوئی مخلوق ہیں۔" کاشف اس کی بات سے چڑ گیا تھا۔

اس طرح کی باتیں کرتے وہ چلتے رہے اور ایکس تھری دانتوں میں ہونٹ دبائے لدی رہی۔ آدھے گھنٹے کے بعد وہ چڑھائی چڑھنے لگے اور پانچ منٹ کے بعد وہ ایک اندھیری جگہ پہ اچانک ہی رک گئے۔

"پردہ ہٹاؤ۔ "کاشف نے ہانپتے ہوئے کہا اور اچانک ہی ان پہ روشنی کی پھوار پڑی۔ اب وہ ایک بڑی اور روشن غار میں داخل ہو رہے تھے

جہاں چار افراد بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔ وہاں انرجی سیور روشن تھے، شاید کہیں بیٹری رکھی گئی تھی۔ غار کے دہانے پہ بہت ہی موٹا پردہ تھا جس سے کیڑوں مکوڑوں کی آمدورفت پہ پابندی لگائی گئی تھی۔ اس کے علاوہ، باہر سے پتا ہی نہیں چل سکتا تھا کہ اندر روشن غار ہے۔

"کسی چڑیل کو اٹھا لائے؟۔" ایک بہکی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ شاید شراب پہ "سوار" تھا۔

"خوبصورت چڑیل۔" کاشف نے قہقہہ لگایا تو غار میں قہقہہ کی باڑ آگئی۔

"تو درشن کراؤ ذرا۔"

ایکس تھری کا دماغ سن ہو گیا تھا، وہ لوگ چلتے چلتے اچانک ہی غار میں داخل ہوئے تھے، اس کا خیال تھا کہ کہیں باقاعدہ اڈہ بنا ہو گا اور مزید پھنسنے سے پہلے وہ نکل جائے گی لیکن اب تو دو کی بجائے چھ افراد کے چنگل میں پھنس گئی تھی جبکہ اس کی حالت ایسی تھی کہ مشکل سے ایک آدھ کو ٹھکانے لگا سکتی۔

"ابھی لو۔" کاشف نے کہا اور کندھے کو حرکت دے کر ایکس تھری کو بازوؤں میں لینے کی کوشش کی لیکن وہ تڑپ کر نیچے گری اور پھر تیزی سے کروٹ بدلنے کی کوشش میں کراہ کر رہ گئی۔

"یہ تو ہوش میں ہے۔" ایک آواز سنائی دی۔

"اور ہے بھی جنگلی بلی۔" دوسری آواز۔

"اگر ہوش میں رہ کر مجھ پہ سواری کرتی رہی ہے تو کرایہ وصول کرنا تو بنتا ہے۔" کاشف نے ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

ادھر ایکس تھری کا دماغ آندھیوں کی زد میں تھا، تھوڑی سی حرکت کر کے ہی وہ دیکھ چکی تھی کہ اس سے ہلا نہیں جائے گا اور حالات ایسا رخ لینے والے تھے جو اسے منظور نہیں تھا۔

"ہاں ہاں بنتا ہے۔"

"وہ زخمی ہے بہت، اس کی مرہم پٹی کرنی چاہیے۔" بُشرِیٰ کی آواز سنائی دی۔

"پٹی باندھنے میں وقت کیوں ضائع کریں ، تھوڑی دیر تک اسے اڈے میں لے جانے والے پہنچ جائیں گے۔ یہی وقت ہے بس۔" کاشف نے بے حس و حرکت لڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم وہیں رک جاؤ کاشف۔ لڑکی کو کچھ ہوا تو ہم سب کو بھگتنا پڑے گا۔" بَشرِی نے کہا۔

"منہ بند رکھ کتے، میرا موڈ مت غارت کر۔" کاشف پلٹ کر غرایا اور پھر جھک کر لڑکی کو سیدھا کیا۔

"چاند سا چہرہ۔" اس نے لڑکی کے چہرے سے بال ہٹانے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے ہونٹوں پہ زبان پھیری اور پھر چیختا ہوا اٹھ کر الٹے قدموں دوڑتا ہی چلا گیا۔

"کیا ہوا ؟۔ کیاہوا؟۔" سب چیختے ہوئے کھڑے ہوئے جبکہ بَشرِی حیرت سے اسے دیکھے جارہا تھا۔

کاشف کے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پہ تھے اور وہ دردناک انداز میں چیخ رہا تھا، بَشرِی کی آنکھیں تب حیرت سے مزید چوڑی ہو گئیں جب اس

نے اس کے ہاتھوں پہ بہتا خون دیکھا۔ اس نے سر گھما کر لڑکی کی طرف دیکھا جو اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تاش کھیلنے والوں کا نشہ ہرن ہو گیا تھا اور وہ تیزی سے کاشف کی طرف اور بَشرِی لڑکی کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو، میں مدد کرتا ہوں۔ کیا کیا ہے تم نے کاشف کے ساتھ؟۔" وہ لڑکی کے پاس پہنچ کر بولا، اس کی آواز سن کر لڑکی رک گئی، بَشرِی نے اس کے کندھوں سے تھام کر اسے بیٹھنے میں مدد کی۔

"آنکھیں پھوڑ دیں حرامزادے کی۔" وہ زخمی شیرنی کی طرح غرائی اور بَشرِی کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی، اس نے سر گھما کر دوسری دیوار کی جڑ میں بیٹھے، چیختے ہوئے کاشف کو دیکھا۔ پھر اس لڑکی کے ہاتھ پہ نظر گئی، اس کے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں مائع میں لتھڑی نظر آ رہی تھیں، وہی انگلیاں اس نے کاشف کی آنکھوں میں گھسائی تھیں۔ بَشرِی کو پہلی بار اس لڑکی سے خوف محسوس ہوا۔

"مار ڈالو اس حرامزادی کو، اسکی آنکھیں پھوڑ ڈالیں اس نے، باس کو دیکھ لیں گے۔" کاشف کے پاس بیٹھے ایک شخص نے گردن موڑ کر بَشرِی سے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ یہ سب ریکارڈ ہو رہا ہو گا، ہم نے ایسا کیا تو سب مارے جائیں گے۔" بُشرٰی نے کہا۔

"تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے کتے؟ تیری بہن جو طرف داری کر تا ہی جا رہا ہے۔ اوہ میری آنکھیں۔ کتیا، میں تجھے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔" کاشف پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔

"اڈے میں کال کرو، کاشف کو بھی طبی مدد چاہیے، جلدی کرو۔" بُشرٰی نے کہا تو ان چاروں میں سے ایک اٹھ کر غار کے کونے میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر تک اس شخص کی آواز سنائی دیتی رہی، وہ ٹرانسمیٹر پہ کسی سے بات کر رہا تھا اور پھر وہ واپس لوٹا۔

"بُشرٰی، تو نہیں بچے گا، حرا مخور۔" کاشف چیختا رہا۔

"اب یہ غار براہِ راست دیکھی جا رہی ہو گی۔" بُشرٰی نے اطمینان سے سانس لیتے ہوئے لڑکی کی طرف دیکھا جو لمبے لمبے سانس لیتی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"شکریہ، تمہارا احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی، تم کیچڑ میں کنول جیسے ہو۔" لڑکی نے پر خلوص لہجے میں بشری سے کہا تو بشری نے یوں شرمندگی سے سر جھکا لیا جیسے اس کی کوئی غلطی پکڑی گئی ہو، یہ دیکھ کر لڑکی مسکرائی مگر کراہ نے مسکراہٹ دبالی۔

* * *

پرشور اندھیرے میں چلتے ہوئے انہیں کافی دیر ہو چکی تھی۔ بطوط خان اب یوں چل رہا تھا جیسے کسی رقاصہ نے شراب پی رکھی ہو اور زبردستی ناچنے پہ مجبور کیا جا رہا ہو۔ اس سے چند قدم آگے لوتھر تھا جس کے ہاتھ

میں ٹارچ اور کندھوں پہ بیگ تھا۔ اس پہ تو نہ جنگل کا شور اثر کر رہا تھا نہ کہیں گرنے پھسلنے کا خوف اور تھکن کا تو نام و نشان ہی نہیں تھا۔

"ام اتنی زیادہ نہیں چل سکتی۔" بطوط خان نے اٹکتی سانسوں کے درمیان کہا۔

"بس پہنچنے والے ہیں۔ کچھ دیر مزید چلنا ہے پھر سکون ہی سکون۔"

لوتھر نے جواب دیا۔

"لزا کدھر گیا ہے؟۔" بطوط نے پوچھا۔

"چھوڑو اس گدھی کو۔"

"گدھی کا بھی چار ہی ٹانگیں ہوتی ہے۔"

"یہ تم چار ٹانگوں پہ ہی اتنا زور کیوں دیتے ہو؟۔" لوتھر نے پوچھا۔

"اگر تمہارا چار ٹانگیں ہوتیں تو ام تم پہ بیٹھ کر جلدی پہنچ جاتی، ہے ناں فائدہ؟۔" بطوط نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اور اگر تمہاری چار ہوتیں تو؟۔"

"تو اب تک اماری دھاڑ سے پہاڑ گونج رہی ہوتی۔ "بطوط نے کہا۔

"واہ بھئی واہ، باقی سبھی کتے گدھے اور خود شیر۔ "لوتھر مسکرایا۔

"نسواری شیر۔ ام کو یہ نام بہت پسند ہے۔ "بطوط نے کہا۔

"کتنے پیسے ضائع کرتے ہوئے نسوار خریدنے پہ؟۔ "

"پیسے کیوں خرچ کرے گی، ام نے اس کام کے لئے بکرا رکھی ہوئی ہے۔ "بطوط نے کاروباری انداز میں کہا۔

"کیا بیہودہ بکواس ہے۔ "لوتھر کا غصہ آگیا، وہ تھوکتے ہوئے غرایا۔

"وہ بکرا مارے لئے دکان سے نسوار لاتی ہے۔ " بطوط نے چٹخارہ لیا۔ "تمہارا ذہن گندی ہے بس۔ "

"میں بے وقوف نہیں، بکرا کیسے دکاندار سے نسوار مانگ سکتا ہے بھلا؟۔ "لوتھر نے کہا۔

"ام پہلے اس بکرے کو نسوار کا عادی بنایا، اسے نسوار کی پیکٹ سے مانوس کروائی اور پھر دکان پہ بھیجنے لگی۔ دکاندار اس کو یتیم بکرا سمجھ کر نسوار دیتی ہے، وہ نسوار ام آدھا آدھا کر لیتی ہے۔ "بطوط نے کہا۔

"ڈفر کہیں کا۔" لوتھر جھینپ گیا، اسے خیال آگیا تھا کہ ایک بیوقوف سے ماتھا لگا رہا تھا۔

"اب تو چل چل کر اماری ٹانگوں کا گراری بھی ٹوٹ گئی ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بطوط نے رکتے ہوئے کہا۔

"وہ اس پہاڑی پہ جانا ہے۔" لوتھر نے سامنے، چند قدم پہ موجود ہیولے کی طرف اشارہ کیا۔

"تو پہلے پہاڑی کو تو بولو کہ ادھر رکے، امارے ساتھ ای وہ بھی چلتا جاتا ہے۔" بطوط نے منہ بنایا۔ "اگلی بار ام ایک خچری کو نسوار پہ لگائی گی اور پھر اس کو ساتھ لے کر آئے گی۔"

لوتھر نے قہقہہ لگایا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ تقریباً بیس منٹ کے بعد وہ ایک پہاڑی پہ چڑھ چکے تھے اور مسطح جگہ پہ کھڑے تھے۔ لوتھر نے ہاتھ بڑھا کر پردہ سا اٹھایا، یکلخت وہاں روشن دھانہ نظر آیا اور لوتھر اندر گھسا، اس کے پیچھے بطوط خان بھی۔ اندر دو افراد دھانے کے سامنے بیٹھے تھے جبکہ دو ٹیڑے میڑھے انداز میں، تھوڑا ہٹ کر، لیٹے تھے۔ ایک دیوار کے ساتھ ایک شخص مشین گن پکڑے بیٹھا تھا جس کے

قریب ہی ایک لڑکی لمبے لمبے سانس لیتے، دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔

"کون ہو تم؟۔" دہانے کے قریب بیٹھے شخص نے مشین گن کا دہانہ ان کی طرف کرتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا۔

"لوتھر، ڈی ففٹین، سپیشل کوڈ۔" لوتھر نے کہا تو اس وقت وہ تینوں کھڑے ہوئے اسے سلام کیا، ایک باقی دو کو جگانے کے لئے بڑھا۔ "رہنے دو۔" لوتھر نے منع کر دیا۔ "یہ لڑکی کون ہے؟۔"

"باس کے حکم سے پکڑا ہے، اس کا گروپ باس کے قبضے میں، ڈارک پوائنٹ کے قریب پکڑے گئے۔" اس شخص نے جواب دیا، لہجہ مودبانہ تھا۔

"اوہ، کیا یہ زخمی ہے؟۔" لوتھر نے چونک کر پوچھا۔

"یس باس۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "کچھ ہی دیر میں اسے اندر لیجایا جائے گا۔ ویسے اس نے ہمارے ایک آدمی کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں جسے فوری طور پہ اڈے میں بھجوایا گیا ہے۔"

"خاص شے ہے پھر تو، لیکن یہ تو اچھا ہو گیا، ہم بھی ان کے ساتھ ہی چل دیں گے، مجھے کال کرنی ہے۔" لوتھر نے کہا اور اس شخص کے ساتھ غار کے کونے کی طرف چل دیا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟۔" بطوط نے قریب جا کر لڑکی سے پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ۔" وہ پھنکاری۔

"اوہ، ام کو لزا کی یاد آ گئی۔" بطوط نے سر ہلایا۔

"آپ ادھر چلے جائیں پلیز۔" لڑکی کے ساتھ بیٹھے بَشرِی نے نرم لہجے میں کہا کیونکہ بطوط ان کے پاس کے ساتھ آیا تھا۔

"ام تھوڑا سا ڈاکٹر ہے، علاج کرے گی اس بیچاری کا۔" بطوط نے ہمدردانہ لہجے میں کہا اور پھر حلق کے بل چیخا۔" اوئے دانیالا، وئے دانیالا۔ وئے وہ بیگ دیو اوئے۔" لوتھر نے اسے اپنا نام دانیال ہی بتایا تھا۔

"یہ لو، گلا کیوں پھاڑ رہے ہو؟۔" لوتھر کو ٹرانسمیٹر کی طرف لے جانے والے نے بیگ اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا، بیگ منہ پہ ہی مارا گیا تھا جسے بطوط نے کمال پھرتی سے تھام لیا تھا۔

"تم اگر دیہاڑی دار ہوتی تو تھوڑی دیر میں ساری اینٹیں چھت پہ پہنچا دیتی۔" بطوط نے تحسین بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھاڑ میں جاؤ جاہل کہیں کے۔" اس کا وار خالی گیا تھا، اس نے یہی کہنا تھا۔

"اب تمہارا پٹی کرے گا، رونا مت۔"

اس نے ایکس تھری کو پچکارا اور پھر لوتھر والے بیگ سے فرسٹ ایڈ کا بنیادی سامان نکال کر ایکس تھری کی طرف بڑھا۔ " تم پانی دیو، زخم دھونی ہے۔" بطوط نے بَشرِی سے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ کر ایک طرف بڑھا۔

"ٹریننگ راس نہیں آئی۔" بطوط بڑبڑایا تو ایکس تھری چونک گئی۔

"کون ہو تم؟۔" وہ بڑبڑائی۔

"ام الو ہے، اپنے پٹھے ڈھونڈ رہی ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

* * *

گارڈِیَن اس وقت اپنے دفتر میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ اسے گروپ لیڈر کے پکڑے جانے کی خبر ملی تھی اور اس خبر نے اس کے وجود کو تازگی سے نوازا تھا، وہ لڑکی جس کی آواز کی دیوانگی سے ہی وہ باہر نہیں نکلنا

چاہتا تھا، وہ مہ جبیں اس کے سامنے آنے والی تھی۔ وہ اب کال کا انتظار کر رہا تھا جو کہ لمحوں میں آگئی۔

"یس، گارڈِیَن بول رہا ہوں۔" اس نے کال ریسیو کرتے ہوئے کہا۔

"باس، وہ لڑکی مل گئی ہے اور نیلی پہاڑی والے اڈے میں موجود ہے۔" دوسری طرف سے مودبانہ آواز میں بتایا گیا۔

" صحیح سلامت ہے؟۔" گارڈِیَن مسکرایا۔

"یس باس، اس کے پاس ٹرانسمیٹر اور کچھ ضروری سامان ملا ہے۔ زخمی ہے مگر ہے ٹھیک، اس نے زخمی حالت میں بھی ہمارے ایک آدمی کی آنکھیں پھوڑ دیں ہیں۔"

"اوہ، کھٹکنی بلی، اس نے حملہ کیوں کیا ہمارے آدمی پہ؟۔" گارڈِیَن نے سخت لہجے میں کہا۔

"باس، انچارج بتا رہا تھا کہ اس آدمی نے دست درازی کی کوشش کی تھی۔" جواب ملا۔

"اوہ، پھر تو اچھا ہی ہوا۔ اس آدمی کو پہلے اندر بلوا لو، زخمی لڑکی کو کچھ دیر انتظار کراؤ تاکہ زخموں کا احساس اس کے شعور اور لاشعور میں جگہ بنا لے، پھر اندر بلوا لینا۔" وہ ہدایات دے کر ہٹا۔

وہ خود ڈارک پوائنٹ پہ تھا، لڑکی کو بھی وہیں بلوا لیا تاکہ سارے کام ساتھ ساتھ نپٹ جائیں، ویسے بھی ڈارک پوائنٹ اس کے رازوں کا امین تھا، لڑکی کو وہیں رکھنا، اس کے نزدیک بہتر تھا۔

وہ تیزی سے مخصوص کمرے کی طرف بڑھا جہاں پہ قیدیوں کو رکھا گیا تھا۔ دروازے پہ ہی رافٹر کھڑا تھا، اس نے گارڈِین کو سلام کیا۔

"باس، کھانا لگ گیا ہے، کھانا کھا لیں۔" رافٹر نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"کھا لیں گے، راما کہاں ہے؟۔" گارڈِین مسکرایا۔

"باس قیدیوں کے کمرے میں گئے ہیں ایک کرسی لے کر، انہوں نے کہا ہے کہ آپ کھانا کھا لیں پہلے۔" رافٹر نے جواب دیا۔

"راما اگر عورت ہوتا تو اچھی بیوی ثابت ہوتا، چلو۔" گارڈِین نے مسکرا کر رافٹر سے کہا تو وہ بھی دھیمے انداز میں مسکرایا۔

ابھی وہ ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھ کر زبان "وارم اپ" کر ہی رہا تھا کہ رافٹر اندر داخل ہوا۔

"نیلی پہاڑی والے اڈے سے کال ہے، کوئی خاص ایجنٹ وہاں پہنچا ہے۔"

"اوہ، وہ پہنچ گیا۔" گارڈِیَن چونک کر کھڑا ہوا اور تیزی سے کمیونیکیشن روم کی طرف چل دیا۔ جلد ہی وہ کال اٹنڈ کر چکا تھا۔

"یس، کون بول رہا ہے؟۔"

"لوتھر بول رہا ہوں باس۔"

"کال کی کیا ضرورت تھی، اڈے میں آ جاؤ۔"

"میرے ساتھ ایک خاص شکار بھی ہے باس اس لئے کال کی۔"

"اوہ، کون ہے؟۔"

"یہ وہاں آکر تفصیل سے بتاؤں گا، اگر آپ اجازت دیں تو۔"

"تم جانتے ہو کہ انجان آدمی کو اڈے میں لانے سے منع کیا گیا ہے۔" گارڈِین نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس، لیکن یہ لڑکی بھی تو آ رہی ہے اور پھر یہ بہت مفید ثابت ہو گا۔ "لوتھر نے اپنے تیئں چال چلی۔

"اوکے، لے آؤ لیکن اب لڑکی سمیت تم لوگ پہلے اڈے پہ رکو گے۔" گارڈِین مسکراتے ہوئے بولا اور پھر کال بند کر واپس مڑا۔

"رافٹر، کھانا کھالینا تم لوگ، میں جا رہا ہوں۔ شام کو دوبارہ آتا ہوں۔ راما نکلا نہیں ابھی تک؟۔" گارڈِین لفٹ کی طرف بڑھتے بڑھتے بولتا چلا گیا۔

"نہیں باس، میں دیکھتا ہوں انہیں اور سب بتا دیتا ہوں۔"

"اوکے۔ قیدیوں سے بحث کرنے لگ گیا ہو گا۔" گارڈِین نے کہا اور پھر تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

وہ جس طرح وہاں پہنچنا تھا، اس پہ عمل کرتے ہوئے واپس دوسرے اڈے میں پہنچا اور پھر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ پسٹل نکال کر

الماری میں رکھا اور خود واش روم میں گھس گیا۔ جلد ہی وہ باہر نکلا اور پھر کمرے سے نکل کر میٹنگ ہال کی طرف چل دیا جہاں لوتھر اپنے شکار اور اس لڑکی سمیت موجود ہوتا۔

ہال کا دروازہ حسبِ نظام، بائیو میٹرک تصدیق کے بعد کھلا اور گارڈِیَن اندر داخل ہوا۔ اندر لوتھر، وہ لڑکی اور ایک پٹھان کے علاوہ اڈے کا ایک سپر وائزر بھی تھا جو انہیں وہاں لے کر آیا تھا۔ لوتھر گارڈِیَن کو دیکھتے ہی کھڑا ہوا اور ادب سے سلام کیا۔

گارڈِیَن کی نظریں بیمار نظر آنے والی "چاند" پہ ٹکی تھیں جو بمشکل اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھی۔

"ام کیا حرام کا مال ہے جو ام کو نہیں گھور رہی تم؟۔" پٹھان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ؟۔" گارڈِیَن نے بطوط کی طرف اشارہ کیا۔

"بطوط خان نام ہے اس کا۔ ایک منٹ باس۔" لوتھر نے جواب دیا اور پھر گارڈِیَن کو لے کر ایک کونے کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ شخص مجھے سوغات شہر میں ملا ہے۔ ساحر علی گردیزی نامی ایک شخص کا ملازم ہے۔ ہمارا ایک کارندہ ضمیر، جو کچھ دن پہلے مرا تھا، وہ مرنے سے پہلے اس ساحر نامی نوجوان سے ملا تھا۔ ملاقات کے بعد ہی ضمیر کی موت واقع ہوئی جو دباؤ کی وجہ تھی، جب وہ ساحر کے پاس سے اٹھا تو ایک اخبار وہاں چھوڑ گیا جو ساحر گردیزی اپنے ساتھ لے گیا۔ ہم نے ساحر گردیزی کو ٹٹولنے کے لئے اپنا ایک خوبصورت ہتھیار، دیپا اس کے پاس بھیجی۔ دیپا کے حسن کے سامنے سب ہار جاتے ہیں۔ دیپا اب تک ساحر گردیزی کے پاس ہے اور اس کے مطابق وہ سادہ لوح اور بے وقوف شخص ہے جو کبھی کبھار بہت غصے میں آجاتا ہے اور پھر اس کے ملازمین کی شامت آجاتی ہے۔ اس کا اعلیٰ سطح پہ کوئی تعلق ہے جس وجہ سے سیاسی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن اب تک اس سے جو معلومات نکال سکی وہ یہی ہیں کہ ساحر، ضمیر کے لئے انجان تھا، وہ نہیں جانتا کہ ضمیر کون تھا، کیسے مرا؟۔" لوتھر نے توقف کیا۔

"جب دیپا پہلی بار اس سے ٹکرائی تو یہ پٹھان، جو کہ ساحر کا ملازم ہے، اپنی بے عزتی کروا کر چل دیا تھا۔ دیپا کو ساحر نے بتایا کہ بطوط خان اس

کا پرانا ملازم ہے اور اس کے بہت سے راز جانتا ہے، اس وجہ سے دیپا کے مطابق ساحر کی طرح یہ بھی بہت اہم شخص ثابت ہو سکتا تھا کہ اگر ساحر منہ نہ کھولتا تو شاید ہم اس سے جان سکتے کہ کہیں دارالحکومت میں ہمارے پراجیکٹ کی بھنک تو نہیں لگ گئی اور اسی وجہ سے ساحر گردیزی نہ آیا ہو۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ ساحر اور اس کا باپ، ایویں ہر جگہ ٹانگ اڑانے اور سب کا بھلا کرنے کے عادی ہیں۔ میں بطوط خان کو بہلا پھسلا کر ساتھ لے آیا۔" لوتھر نے کہا۔

"اگر بات لمبی ہے تو بیڈ روم میں چلتے ہیں، لیٹ کر کہانی سنا لینا۔" گارڈِین مسکرایا۔

"سوری باس، تفصیل بتانا ضروری ہے۔" اس نے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

"سن رہا ہوں۔" گارڈِین نے کہا۔

"جب اسے لے کر اپنے اڈے پہنچا تو تھوڑی ہی دیر بعد انسدادِ دہشت گردی والوں نے پولیس کی وردیاں پہن کر ریڈ کر دی۔ "لو تھر نے کہا تو گارڈِین کے منہ سے سیٹی نکل گئی۔

"میں نے اپنی ماتحت لڑکی لزا کو کہا کہ وہ اسے ساتھ لے جائے، میرا خیال تھا کہ پولیس والوں کو منا کر جلد ہی میں بھی دوسرے اڈے پہ پہنچ جاؤں گا اور اس سے زبردستی اگلوالوں گا، اس ریڈ کے وقت مجھے یہ زیادہ مشکوک محسوس ہوا۔ ریڈ کے دوران مجھ پہ عقب سے حملہ کر کے مجھے بے ہوش کیا گیا اور جہاں آنکھ کھلی وہاں ایک نوجوان ملا، ، اس نے مجھ سے پوچھ گچھ کی اور ہمارے درمیان ٹھن گئی، میں وہاں سے بچ کر نکل آیا۔ اس کے بعد میں اس خفیہ اڈے پہ پہنچا جہاں لزا، بطوط کو لے کر پہنچی تھی۔ لزا نے مجھے بتایا کہ بطوط نے ہمارا مخصوص کوڈ استعمال کیا۔"

"کیا؟ کیسے ؟۔" گارڈِین نے چونک کر پوچھا اور پھر حیرت بھری نظروں سے بطوط کی طرف دیکھا۔

"میں نے یہ ذکر نہیں چھیڑا، اس سے پہلے ساحر گردیزی بھی پولیس والوں کے سامنے یہ کوڈ بول چکا ہے۔"

"دلچسپ اور خطرناک۔ تو ہم راز نہیں رہے کچھ لوگوں کی نظر میں۔" گارڈِیَن نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا۔

"یس باس، میں اسی وجہ سے اسے ساتھ اٹھائے پھر رہا ہوں ورنہ گولی مار کر کھائی میں پھینک دیتا۔" لوتھر نے کہا۔

"گڈ، تم نے اچھا کام کیا لوتھر، اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟۔" گارڈِیَن نے پوچھا۔

"سچ کہوں تو مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی، انتہائی جاہل اور بے وقوف

انسان ہے۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ جو نظر آرہا ہے، اصل میں ایسا ہے نہیں۔ تھکنے کی اچھی اداکاری کرتا رہا ہے لیکن یہ مجھ سے بھی سخت جان ہے اس کے علاوہ کبھی کبھی بہت ہی گہری بات کر جاتا ہے، اس کا مذاق بھی کوئی نہ کوئی گہری بات لئے ہوتا ہے جس سے ذہانت کا پتا چلتا ہے، مجھے تو یہ کوئی اور شخصیت ہی محسوس ہوتا ہے۔" لوتھر نے کہا۔

"میں دیکھ لوں گا۔ بینک کی نام نہاد ڈکیتی کے حوالے سے کوئی خبر؟۔ "گارڈِین نے جواب دیا۔

"نہیں باس، وہ ہمارے منصوبے کے مطابق ہے، علاقے میں خوف ضرور ہے لیکن پولیس بھی ہمارے ساتھ ہے جس وجہ سے خطرے کی کوئی بات نہیں، باقی جن لوگوں کو بھیجا گیا تھا ان کے ٹیسٹ کلئیر ہیں۔ جو حادثہ ضمیر کے ساتھ پیش آیا، اس سے زیادہ دباؤ انہوں نے برداشت کیا ہے۔ "لوتھر نے جواب دیا۔

"اچھا رہا پھر تو، ریٹائرڈ لوگ بھی کام آئیں گے۔ "گارڈین نے بھیڑیے کی طرح دانت نکوستے ہوئے کہا۔

ان کو کھسر پھسر کرتے دیکھ کر بطوط برے برے منہ بناتا رہا۔ "یارا دانیالا، تم کو تو عورت سے بھی دو قدم آگے کی چیز ہونا چاہیے تھا، تمہارا زبان ہے کہ بیوی کا فرمائشوں کا لسٹ۔ "بطوط نے جھلا کر کہا تو گارڈِین اور لوتھر مسکرائے۔

"تمہاری ہی بات ہو رہی تھی۔ "لوتھر مسکرا کر اس کی طرف پلٹا۔

"اوہ، تو اس کا بیٹی ہے جس سے ہمارا شادی......"

"نہیں، ان کا نسوار کا کام ہے۔" لوتھر نے اس کی بات کاٹی۔

"اوہ، تو یہ گڈریا ہے۔" بطوط خان نے آنکھیں چوڑی کرتے ہوئے کہا۔

"بے ہودہ بات مت کیا کرو، بکروں کے علاوہ بھی سوچ لیا کرو کچھ۔" لوتھر جھلا کر بولا، گارڈین بڑی دلچسپی سے بطوط خان کو دیکھ رہا تھا، اس وقت لڑکی جیسے کمرے میں تھی ہی نہیں۔

"ارشاد، تم میڈم کو سیکشن زیرو میں لے جاؤ، یہ لباس بدل لیں، ڈاکٹرز ان کا چیک اپ بھی کر لیں، پھر بھرپور ملاقات ہوتی ہے۔"

گارڈین نے اپنے سپروائزر سے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے لڑکی کی طرف متوجہ ہوا جو خود ہی کھڑی ہو گئی تھی، پھر قدرے لنگڑاتی ہوئی وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"یارا کیا لنگڑا حسن ہے۔ امارہ دل کی بھی ایک ٹانگ توڑ دو، ام بھی اس لڑکی کی طرح اپنی رگوں میں لنگڑا خون بہانا چاہتی ہے۔" بطوط نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"تو بطوط خان، تمہیں نسوار کی فیکٹری دکھاؤں؟۔ چلو گے میرے ساتھ؟۔" گارڈِیَن ذو معنی انداز میں مسکرایا۔

"کیوں نہیں، ام کو اکٹھا یورڑ دیکھنے کا بہت شوق ہے۔" بطوط کی باچھیں خوشی سے کھل گئی تھیں۔

"پھر وہی بکرے۔" لوتھر نے منہ بنایا تو گارڈِیَن نے قہقہہ لگایا۔

"یارا تم کو بکروں سے کیا دشمنی ہے؟۔" بطوط پہلی بار حلق کے بل چیخا۔

"مجھے تمہاری شکل نہیں پسند اس وجہ سے۔" لوتھر نے جل کر کہا تو گارڈین نے قہقہہ لگایا۔

"امارہ شکل نہیں پسند تو ڈھینچوں ڈھینچوں بھی مت کرو تم۔" بطوط نے ترکی بہ ترکی جواب دیا اور گارڈین نے شرارتی نظروں سے لوتھر کی طرف دیکھا جواب شرمندہ سا نظر آرہا تھا۔

"چلو بطوط۔۔" گارڈین نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔

* * *

ایکس فائیو کا ہاتھ گھوما اور ایک بڑا خنجر برق رفتاری سے راما کی طرف بڑھا اور اس سے بھی تیزی سے راما کا کلہاڑا گھوما اور خنجر کو دور پھینکتے ہوئے ایکس فائیو کی طرف لپکا۔

"مر گیا۔" ایکس فائیو کے منہ سے نکلا اور وہ تیزی سے جھکا، اگر لمحے کا دسواں حصہ بھی وہ دیر کرتا تو اس کا سر فٹبال کی طرح دوسری دیوار چوم رہا ہوتا اور دھڑ بے شرمی سے فرش سے بغلگیر ہو جاتا۔ جھکتے ہی اس کا خنجر والا ہاتھ گھوما اور راما کی منہ سے چیخ نکلی، اسی وقت ایکس فائیو زمین پہ گرا اور رول ہوتے ہوئے راما کے عقب میں پہنچا کر ہاتھ گھمایا، اس بار اس کے خنجر کا نشانہ راما کی پنڈلی تھی لیکن راما پیٹ پہ خنجر کا کٹ جھیلنے کے باوجود ایکس فائیو کا ارادہ بھانپتے ہوئے تیزی سے ایک قدم آگے بڑھا تھا اور پھر اسی وقت مڑ کر اس کی لات گھومی، اس وقت ایکس فائیو کا خنجر دائروی شکل میں آگے نکل چکا تھا لہذا راما کی لات اس کے پیٹ میں لگی اور وہ اوغ کی آواز کے ساتھ نہ صرف اکٹھا ہوا بلکہ فرش پہ پیچھے کو پھسلتا چلا گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، اور اس ضرب سے اس راما کی قوت کا خوب اندازہ ہوا تھا۔

"اٹھ کیڑے۔" راما غرایا، اس کی سفید شرٹ، پیٹ کے مقام سے خون کی وجہ سے اور چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"جو حکم مکوڑے۔" ایکس فائیو نے بے ہودہ طریقے سے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

وہ اچھل کر کھڑا ہوا۔ "تم یوں ہی بیٹھے رہو گے کیا؟۔" اس نے سر گھما کر اکمل کی طرف دیکھا، راما نے ایکس فائیو کی طرف حیرت سے دیکھا، دشمن اس کے سامنے تھا اور وہ گردن موڑنے کا خطرہ مول لے رہا تھا، بے وقوفی کی حد تک بے خوفی۔

"اچھا لگ رہا ہے۔ جاری رکھو۔" اکمل جو اپنی بند شیں کھول چکا تھا، ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے ہوئے مسکرایا۔

"بچہ فلم دیکھنا چاہتا ہے۔" ایکس تھری نے چمک کر کہا اور پھر راما کی طرف مڑا۔ "سنا تم نے، بچہ فلم دیکھنا چاہتا ہے، اور میں اس فلم کا........."

"ہیرو تو میں ہوں اس فلم کا۔" راما نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"درست جواب، کیونکہ میں ولن ہوں۔" ایکس فائیو غرایا اور پھر تیزی سے راما کی طرف بڑھا، راما دھاڑتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

اس کے بعد جو فلم چلی، اکمل کی ٹانگ نجانے کب دوسری ٹانگ سے اتری، کب اس کا منہ کھلا اور کتنی دیر وہ پلکیں جھپکائے بغیر فلم دیکھتا رہا، ویسے سانسیں وہ پہلے بھی نہیں گنتا تھا مگر اب تو لگ رہا تھا کہ سانس بھی رک گئی ہو۔ اتنی برق رفتار لڑائی جس میں ایک لمحہ کی چُوک کا جواب تیز دھار کلہاڑا یا خنجر دیتا اور اس پہ ان دونوں کا بجلی کی سی تیزی سے بچنا اور پھر ایک دوسرے پہ جھپٹنا۔ اسے یہ خیال بھی نہ رہا کہ اپنے ساتھیوں کو ہوش میں لائے یا انہیں آزاد کرنے کی کوشش کرے، اس نے تو جیسے عینک والا جن دیکھ لیا تھا۔

راما نے ایکس فائیو کو تگنی کا ناچ نچا رکھا تھا، اگرچہ ایکس فائیو کے ہاتھ میں خنجر تھا جو کہ وزن میں ہلکا تھا، راما کے ہاتھ میں کلہاڑا اسے جلدی تھکا دیتا لیکن حالات اس کے برعکس تھے۔ ایکس فائیو جسے اپنی مہارت پہ مان تھا، اس وقت تھکن کا شکار نظر آرہا تھا اور راما کی چہرے پہ تھکن کا شائبہ تک نہ تھا لیکن اس کے چہرے پہ غصہ ضرور نظر آرہا تھا کیونکہ وہ بھرپور کوشش کے باوجود ابھی تک ایکس فائیو کو ایک خراش تک نہ ڈال سکا تھا، دوسری طرف ایکس فائیو اسے دو کٹ لگا چکا تھا۔

"آج تو بچے گا نہیں چاہے جتنا مرضی ناچ لے۔"

راما غصے سے پھنکارتے ہوئے بولا اور اس کا ہاتھ گھوما، کلہاڑا گولی کی سی رفتار کے ساتھ ایکس فائیو کی طرف بڑھا، وہ بوکھلا کر نیچے گرا اور اس کی عقبی دیوار میں خلا بنا، رافٹر، جو اچانک ہی دروازہ کھول کر اندر آنے لگا تھا، نے چونک کر سامنے دیکھا اور آنکھوں میں حیرت انگڑائی لینے ہی لگی تھی کہ کلہاڑا اس کی پیشانی میں گھسا، وہ بغیر چیخے دھڑام سے اس خلا کے درمیان گرا۔

"رافٹر۔۔"

راما چیخ کر اس کی طرف دوڑا، ادھر ایکس فائیو سینے پہ ہاتھ رکھے معصوم چڑیا کی طرح چونچ کھولے سانس پہ سانس لیے جا رہا تھا۔ جب راما تیزی سے رافٹر کی طرف بڑھا تو اکمل بھی جیسے 'کوما' سے باہر آیا اور ایکس فائیو بھی۔ ایکس فائیو نے لیٹے لیٹے ٹانگ آگے کی اور راما کا توازن بگڑا اور ایکس فائیو کا ہاتھ گھوم گیا۔ خنجر کا دستہ پوری قوت سے راما کی کنپٹی پہ لگا، پھر دوسرا، پھر تیسرا اور پھر چوتھا وار۔ راما تڑپ کر ساکت ہوتا محسوس ہوا تو ایکس فائیو کا ہاتھ رکا۔

"مار ہی دینا تھا۔" اکمل مسکرایا۔

"یہ بزدلی ہے، جس طرح وہ لڑا اور جس طرح اپنی ساتھی کے لئے جان کی پرواہ کئے بغیر وہ دوڑا، اس کے بعد اس طرح مارنا اچھا نہیں لگا۔ باقاعدہ ہراؤں گا کہیں لڑائی میں۔" ایکس فائیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ، چنگیزی صاحب کے بھی اصول ہونے لگے اب۔" اکمل مسکرایا۔

"جبران صاحب، اصول بس آپ کی ملکیت تو نہیں۔" ایکس فائیو، جو کہ چنگیزی تھا، مسکرایا۔

"اب موقع ہے، دروازہ کھلا ہے، محافظ گرے پڑے ہیں اور ہمارے ساتھی سو رہے ہیں۔" اکمل، جو کہ جبران تھا، نے مسکرا کر کہا۔

"ایک کو میں کھولتا ہوں، دوسرے کو تم۔ پھر باقی کام تم سنبھالنا میں باہر دیکھوں گا۔" چنگیزی نے کہا۔

"نہیں، باہر میں دیکھوں گا، یہاں کمپیوٹررائزڈ سسٹم ہے، سمجھ آگئی تو جلدی نکل سکیں گے۔" جبران نے کہا تو چنگیزی نے اثبات میں سر ہلایا۔

* * *

بطوط کالوتھر نے، گارڈِیَن کی ہدایت پہ، اڈے میں موجود تمام اہم افراد سے باقاعدہ تعارف کروایا تھا۔ اس کا تعارف کرواتے ہوئے لوتھر خود

بھی حیرت کا شکار رہا، اسے یہی الجھن ستاتی رہی کہ جب اس نے باس کو سب کچھ بتا دیا تھا، یہ بھی کہ بطوط مشکوک شخص ہے تو پھر سب سے متعارف کروانے کی بجائے اس سے سچ اگلوانے کی کوشش کیوں نہیں کی جا رہی۔ اس کی نظر میں بہت ہی آسان حل تھا کہ بطوط کو عقوبت خانے پہنچا دیا جاتا جہاں پتھر بھی بول پڑتے تھے لیکن وہ باس کو سمجھا تو نہیں سکتا تھا لہذا چپ چاپ اپنی الجھن کو دباتے ہوئے سب سے اس کا تعارف کروا کر اسے ہال میں چھوڑا اور خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"تم لوگ تو بہت اچھی ہو سب کی سب، اتنے لوگوں کی خدمت کر رہی ہو، نشے والا سستا پاؤڈر بنا کر۔" بطوط نے تعریفی نظروں سے سامنے کھڑے شخص سے کہا۔

"ایسی بھی کوئی بات نہیں، بس ہم تو کوشش کرتے ہیں۔" سامنے والے نے انکساری سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"تو یہ والی پاؤڈر کسی اور ملک یا شخص کے پاس سے نہیں ملتی؟۔" بطوط نے پوچھا۔

"نہیں، یہ ہماری ایجاد ہے، ہم نے پہلے اس کی طلب بنائی اور اب رسد کی تیاری ہو رہی ہے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"طلب کیسے بنائی؟" بطوط نے حیرت سے پوچھا۔

"ہم لوگ حالات سے پریشان نوجوانوں کو گھیرتے ہیں، انہیں بہلا پھسلا کر سگریٹ اور ہلکے نشے پہ لگاتے ہیں، پھر اس پاؤڈر کی خوراک بھی دیتے ہیں، یہ سب کچھ مفت ہوتا ہے، جب وہ عادی ہو جائیں تو پھر اس کی قیمت رکھی جاتی ہے جو ادا کرنے پہ وہ مجبور ہو جاتے ہیں۔"

"حالات سے تنگ تو غریب کا بچہ ہوتی ہے، وہ نشہ پہ لگ بھی جائے تو تم کو کیا قیمت دے گی؟" بطوط نے منہ بنایا۔

"بھولے خان، قیمت صرف نوٹوں میں نہیں ہوتی، ان لوگوں کے ذریعے ہم بڑی آسامیوں کو گھیرتے ہیں۔ ہر پڑھے لکھے متوسط درجے کے نوجوان کے امیر کبیر دوست ضرور ہوتے ہیں اور صنفِ نازک کو تو ہم اس کام کے لئے "گولڈن پیکج" تصور کرتے ہیں۔ وہ کسی بھی شخص کو ہمارا گاہک بنا سکتی ہیں۔" اس شخص نے کہا۔

"اوہ، تو تم اس طرح کام کرتی ہے۔ "بطوط نے سر ہلایا۔

"بالکل۔ "

"تمہارا گھر کدھر ہے؟۔ "

"گھر۔۔ "وہ شخص یہ لفظ سن کر ہی کہیں گم ہو گیا۔

"ہاں ہاں گھر۔۔ تمہارا بیوی بچہ۔ "

"گھر تو کب کا ختم ہو گیا۔ "

"اوہ، کیا ہوئی؟ زلزلہ آتی ہے ادھر تو۔ "

"نصیب میں زلزلہ آیا تھا۔ تم رہنے دو اس بات کو۔ "

"نہیں تم بتاؤ ام کو، ام تمہارا باپ۔۔ مم۔ مم۔ میرا مطلب ہے بھائی ہے اور بھائی بھائی کا ٹانگ ہوتی ہے۔ "بطوط نے اسے پچکارا۔

"بازو۔ بھائی بھائی کا بازو ہوتا ہے۔ "اس نے تصحیح کی۔

"بازو چھوٹی ہوتی ہے، ٹانگ بڑی اور طاقتور ہے، ام ٹانگ والا بھائی ہے۔ بتاؤ تم۔ "بطوط نے جواب دیا۔

"آہ خان، بہت عرصے بعد کسی نے یہ ذکر چھیڑا۔ میں سوغات کا ہی رہنے والا ہوں اور دو ماہ بعد دو دن کے لئے گھر جانے کی اجازت ملتی ہے، اس وجہ سے کہا کہ گھر رہا ہی کہاں، ہوٹل ہی رہ گیا بس۔'

"تو تم پکی پکی ادھر چلی جاؤ۔"

"ہم تو اب کچی پکی بھی نہیں جا سکتی۔" اس شخص نے قہقہہ لگا کر بطوط کی نقل اتاری۔

"تم باندری کی طرح نقل اتارتی ہے۔" بطوط نے منہ بنایا۔

"یہاں سے آزادی ممکن نہیں، ہم مجرم بن چکے ہیں اب۔" اس شخص نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تو بھاگ جیاؤ۔" بطوط نے سرگوشی کی۔

"تم نے ابھی یہاں گھوم کر نہیں دیکھا، یہاں باس کی مرضی کے خلاف ایک قدم کا مطلب ہے فوری موت، یہاں سے نکلنا ناممکن ہے۔ بہت سے لوگ اس چکر میں جل کر مرے ہیں۔" اس شخص نے کہا۔

"جل کر؟۔"

"ہاں، بھاگنے کی کوشش میں پکڑے گئے اور پھر زندہ جلا دیئے گئے۔"

"اوہ، زندہ مغز کبابی۔ روشٹ کی ہوئی بندہ۔" بطوط نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"یار کم از کم کباب کی بے حرمتی تو مت کرو۔" اس شخص نے قہقہہ لگایا۔

اور پھر سکیورٹی کے انتظامات کی جو تفصیل اس شخص نے بتائی، بطوط نے گھنٹہ ڈیڑھ گھوم کر چیک کر لیا کہ وہ سچ کہتا ہے، یہاں باس کی مرضی کے بغیر نکل پانا ناممکن ہے۔

"تم لوگ گھر بات بھی نہیں کرتی؟" بطوط پھر اسی شخص کے پاس کھڑا پاؤڈر کی پیکنگ دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہاں اپنے موبائل کے تو سگنل نہیں ہوتے، دوسرا فون ہفتے بعد ملتا ہے جس پہ سگنل ہوتے ہیں اور ہم لوگ گھر کال کر سکتے ہیں لیکن اس کی کال ریکارڈ میں رکھی جاتی ہے تاکہ کوئی کسی کو راز کی بات نہ بتا سکے۔ یعنی ہر کام کی نگرانی ہے۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"یہ اڈہ تو بہت چھوٹی ہے۔" بطوط نے کہا۔

"ہاں، پاؤڈر بنانے کی فیکٹری الگ ہے اس کے بارے میں صرف باس جانتے ہیں، ویسے وہ ہے کہیں دور، اگر سارا پاؤڈر مخصوص وقت سے پہلے اور جلدی پیک ہو جائے تو ہمیں ایک دو دن انتظار کرنا پڑتا ہے پھر کہیں سے بہت سا پاؤڈر آ جاتا ہے۔"

"مطلب ادھر بس یہی اڈہ ہے؟۔" بطوط نے سر ہلایا۔

"نہیں، کوئی اور بھی ہے جہاں مخصوص لفٹ جاتی ہے لیکن اس کے بارے میں صرف باس جانتا ہے۔" اس نے رازدرانہ انداز میں کہا۔

"اوہ، تو ادھر شراب بنتا ہو گی۔"

"نہیں، وہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہے میرے خیال سے۔ وہاں کچھ اور ہی ہے۔ اس لفٹ کے ذریعے خاص خاص لوگ ہی جاتے ہیں۔"

"مسٹر بھوٹ خان، آپ کو باس نے بلایا ہے۔" ایک انگریز گارڈ نے منہ بگاڑتے ہوئے اردو میں کہا۔

"تیری ابا بھوت خان۔ "بطوط نے چڑ کر کہا تو انگریز گارڈز نے بتیسی دکھا دی اور پھر ایک طرف اشارہ کیا۔

"تم بہت اچھی ہے یار، تم تو معلوت کی مشین گن ہے، دھڑ دھڑ دھڑ چلتی ہے، اللہ تمہاری زبان کو مزید گولیاں عطا فرمائے۔"

بطوط نے اس شخص کے واری واری جاتے ہوئے کہا اور پھر جواب سنے بغیر وہ ادھر چل دیا جس طرف انگریز نے اشارہ کیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے ضرور تھے جیسے کچھ اس کی مرضی کے خلاف ہو رہا ہو یا ہو چکا ہو۔

ایکس تھری نکھری نکھری اور نئے لباس میں، بت بنی بیٹھی تھی اور اس کے سامنے مجسموں کو شرمندہ کر دینے والے انداز میں گارڈِیَن پچھلے آدھے گھنٹے سے جما بیٹھا تھا۔

"کتنی بار کوشش کر چکا ہوں، تم بات کیوں نہیں کر رہیں مجھ سے؟۔" اس نے مر مٹنے والے لہجے میں کہا۔

"تمہارا یہ گھٹیا لہجہ مجھے پسند نہیں۔" اچانک ایکس تھری نے کہا، وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اسے کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔ دراصل وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہی تھی تا کہ اس دیوانے کو شیشے میں اتار سکے۔

"ویری گڈ، تم بولیں تو سہی۔ تمہارا نام کیا ہے؟۔" گارڈِیَن چہک کر بولا۔

"نام میں کیا رکھا، کام دیکھ لینا۔" ایکس تھری نے کہا۔

"وہ تو میں نے دیکھ لیا، تم نے کاشف کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں، اور میرے کچھ لوگ غائب ہیں، انہیں بھی تم نے ہی صاف کیا ہو گا۔ ویسے تمہاری نظر ہی دو چار لوگ مار سکتی ہے۔"

"تم تو نہیں مرے ابھی تک۔"

"مجھے امر رہنے کا شراپ ملا ہوا ہے۔" اس نے خالصتاً ہند لینڈ کی زبان اور وہیں کے لب و لہجے میں کہا۔

"اوہ، تم کافی زبانیں جانتے ہو۔" ایکس تھری مسکرائی۔

"ہاں، پیار کی زبان بھی مجھے آتی ہے۔" گارڈِیَن مسکرایا۔

"خیال ہے تمہارا، ایسی زبان کے گرد بتیس دانت ہوتے ہیں۔ حرکت مہنگی پڑ سکتی ہے۔"

"تم کہو تو میں سارے دانت نکلوا دوں۔" گارڈین مسکرایا۔

"تا کہ واہیات زبان پھدکتی پھرے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"پیار کی زبان واہیات نہیں ہوتی ڈارلنگ۔" گارڈِیَن نے کہا۔

"دانت نکلوانے کی بجائے یہ زبان ہی کٹوا دو۔" اس نے ناگواری سے منہ بنایا۔

"یوں روٹھ روٹھ کر منہ بناؤ گی تو محبت بھڑکے گی۔" گارڈِیَن اس وقت مجنوں بنا نظر آ رہا تھا۔

"تم یہ فضول باتیں چھوڑ کر، جو جاننا چاہتے ہو وہ سیدھی طرح پوچھ لو۔" وہ اکتائی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

"تمہارا نام؟۔" وہ بھی اچانک سنجیدہ ہوا۔

"کوڈ نیم ایکس تھری۔"

"یہاں کیا کرتی پھر رہی ہو اپنی ٹیم کے ساتھ؟۔"

جواب میں اس نے اکمل (جبران) کی سنائی ہوئی کہانی دہرا دی۔

"ہم تم لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتے، ہاں تمہاری بات الگ ہے، تم چاہو تو یہاں کی ملکہ بن سکتی ہو کیونکہ اس سے پہلے میں نے جو پیار محبت کی باتیں کیں وہ سچ ہیں، مجھے تم بہت پسند آئیں۔" گارڈِیَن کی سنجیدگی برقرار تھی۔

"میں اپنی ٹیم کے ساتھ مرنا پسند کروں گی۔" لڑکی نے ٹھوس جواب دیا۔

"اوکے، جیسا تم چاہو۔" گارڈِیَن نے کہا۔ وہ اٹھ کر ایک طرف رکھی میز کی طرف بڑھا۔ میز پہ رکھے انٹرکام کا ریسیور اٹھا کر کال کرنے لگا۔

"بطوط خان کو لے آؤ۔ اور اس لڑکی کو لے جاؤ، ڈارک پوائنٹ پہ پہنچا دو اسے لوتھر کے ہمراہ۔" اس نے ہدایات دینے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔

"تم جا سکتی ہے، ارادہ بدلے تو بندہ خدمت کے لئے حاضر۔" اس نے رکوع کے بل جھک کر ایکس تھری کو سلام کرتے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر قدم رکھا۔

"ہائے یہ بے رخی اور دل پہ پاؤں رکھ کے گزر جانا تیرا۔" گارڈِیَن نے عاشقانہ لہجے میں کہا۔

"تم کو نسوار کھانا چاہیے، یہ ہائے وائے سب نکل جائے گی۔" راہداری میں بطوط کی آواز گونجی تو گارڈِیَن نے منہ بنایا۔

ایکس تھری کے نکلتے ہی بطوط خان اندر داخل ہوا۔ اس کی نظریں گارڈِیَن پہ ہی جمی ہوئی تھیں۔

"تم نے اڈہ دیکھ لیا؟" گارڈِیَن نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" بطوط نے نا سمجھنے والے انداز میں کہا۔

"آؤ، بیٹھو۔" گارڈِیَن نے صوفہ کی طرف اشارہ کیا اور پھر دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

"تمہارا اصل نام کیا ہے؟" گارڈِیَن نے پوچھا تو بطوط خان چونک گیا۔

"کیا مطلب؟۔ امارا۔"

"اس بکواس کو رہنے دو، اصل نام۔ پھر کام کی بات ہو گی۔" وہ دھاڑا تو بطوط سہم گیا۔

"اگر تم جواب نہیں دینا چاہتے تو مت جواب دو، میں سوغات میں موجود اپنے لوگوں کو بھیج کر ساحر گردیزی کو اٹھوا لیتا ہوں۔" گارڈِیَن نے کہا۔

"تم اسے نہیں اٹھوا سکتی۔" بطوط مسکرایا۔

"بالکل، کیونکہ وہ اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہے۔" گارڈِیَن نے مسکراتے ہوئے اس کی نقل اتاری۔

"مطلب؟۔"

"مسٹر گردیزی، میں جانتا ہوں کہ تم میک اپ میں ہو اور اس میک اپ کو بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ کون سا میک اپ ہے۔"

"مسٹر گارڈِیَن۔ میرا اندازہ درست تھا، تم پہلی نظر سے ہی میک اپ پہچان گئے تھے۔" بطوط خان کی نا صرف آواز بلکہ انداز ہی بدل گیا۔ اس نے سر پہ رکھی بھاری پگڑی اتار کر صوفہ کے بازو پہ رکھی اور سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرایا۔

"میں نے تو بلف کیا تھا، تم واقعی بہروپئے نکلے۔" گارڈِیَن اچھل پڑا، اس کے چہرے پہ حقیقی حیرت نظر آرہی تھی۔

"چھوڑ یار، یہ ڈرامے میرے ساتھ نہیں۔ اور یہ پاؤڈر والا ڈرامہ بھی۔ کام کی بات یہ ہے کہ ضمیر کیسے مرا تھا؟" بطوط، جو کہ ساحر تھا، نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"واقعی تمہیں دھوکہ دینا مشکل ہے۔" گارڈِیَن مسکرایا۔

"اور موضوع سے ہٹانا کوئی تم سے سیکھے۔" ساحر نے کہا۔

"موضوع سے ہٹ نہیں رہا، ضمیر والی بات بتائی نہیں جاسکتی۔" گارڈِیَن نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اور میں وہ جان کر ہی باز آؤں گا۔" ساحر بھی سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔

"کوشش کر کے دیکھ لو۔ تم یہ تو دیکھ ہی چکے ہو کہ میری مرضی کے بغیر یہاں سے نکلنا ممکن نہیں۔" گارڈِیَن نے سکون سے صوفہ سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

"جب نکلنا ہوا میں نکل جاؤں گا، تم پریشان مت ہو۔"

"ویسے میں نے جبران اور چنگیزی کو مار ڈالا۔" گارڈِیَن نے اچانک کہا۔

"وہ کون ہیں؟۔" ساحر نے چونک کر پوچھا۔

اس کا اعتماد دیکھ کر گارڈِیَن کے منہ سے چند لمحے الفاظ نے نکلنے سے انکار کر دیا۔ "میرا خیال تھا کہ وہ لوگ بھی تمہارے ساتھی ہیں جنہیں باقاعدہ کسی وجہ سے بھیجا گیا۔" گارڈِیَن نے کہا۔

"تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"ابھی نہیں، میں بہت تھک گیا ہوں، میں چاہوں گا کہ تم بھی جا کر آرام کرو، کل بات کریں گے۔ اگر تم نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو جان سے جاؤ گے۔ گڈ نائٹ۔" اس نے دوٹوک انداز میں کہا اور اٹھ کر تیزی سے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

ساحر تھوڑی دیر بیٹھا، سوچ میں ڈوبا رہا۔ اسے سامنے والے شخص میں اپنی جھلک نظر آئی تھی، خاموش، ٹھنڈا اور خطرناک شخص جس کے قبضے میں اس وقت نہ صرف ساحر تھا بلکہ پوری ٹیم تھی۔ وہی ٹیم جسے تربیت کے بہانے ان پہاڑوں میں کسی خاص مقصد سے بھیجا گیا تھا، جنہیں جان بوجھ کر نیلی پہاڑی کے قریب، تربیت کے نام پہ آپس میں الجھایا گیا اور دوسری طرف ساحر اپنے لوگوں کے ساتھ سوغات پہنچ کر اتفاقاً ضمیر اور اس کے بعد منصوبے کے تحت لوتھر سے ٹکرایا تھا۔ ساحر وہاں کا جائزہ لے چکا تھا، ایک بار تو وہ دیکھ ہی چکا تھا کہ گارڈِیَن کے مرضی کے بغیر نکلنا ممکن نہیں تھا۔ گارڈِیَن نے بڑی چالاکی سے اچانک جبران اور چنگیزی کا نام لے کر ساحر کے تاثرات جاننے چاہے جس میں اسے ناکامی ہوئی لیکن ساحر کو حیرت تھی کہ اس تک اصلی نام کیسے پہنچے جب کہ وہ لوگ ڈبل میک اپ میں تھے اور آسانی سے منہ کھولنے والے بھی نہیں تھے۔ یہی سوچتے ہوئے وہ کھڑا ہوا، اپنی پگڑی اٹھا کر سر پہ رکھی اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

اس کے نکلتے ہی گارڈِیَن مسکراتا ہوا واش روم سے نکلا، وہ بس دروازے میں درز بنائے، دیوار سے لگا ساحر کا جائزہ لے رہا تھا۔ کمرے میں آتے ہی وہ میز کی طرف بڑھا اور دراز کھولا، ایک ریموٹ نکال کر اس پہ موجود سبز بٹن دبایا۔ اب اس کا کمرہ ہر طرح کے "بَگ" اور غیر ضروری ڈسٹربنس کے سے پاک ہو گیا تھا۔ اس کے بعد انٹر کام کا ریسیور اٹھایا۔

"گارڈِیَن بول رہا ہوں، کوئی نئی بات؟۔' اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس، رافٹر کی لاش کو مووِنگ فلور کی مدد سے نکال لیا گیا ہے جبکہ راما مخصوص کمرے میں بند ھا ہے، اسے نہیں نکال سکتے۔ اب لڑکی بھی وہاں پہنچ چکی ہے۔ یہ سب ایک ہی ٹیم ہیں، لڑکی کا نام ثانیہ ہے، باقی کبیر، جبران، چنگیزی، عباس اور جمال ہیں۔"

"اس کے علاوہ کوئی نام؟۔"

"یس باس، وہ بار بار کسی ساحر گردیزی کا نام لے رہے ہیں۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"اوکے۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھتے ہی وہ خوشی سے اچھلا جیسے باؤلر وکٹ گرانے کے بعد اچھلتے ہیں۔ "وہ مارا۔۔......" اس نے چہک کر کہا اور پھر تیزی سے الماری کی طرف بڑھ گیا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے صدیوں کے کنوارے کو رشتہ مل گیا ہو۔

* * *

جبران نے تین کمروں پہ مشتمل اس فلیٹ نما حصے کو خوب ٹھوک بجا کر چیک کیا لیکن کوئی رستہ، کوئی کلیو اس کے ہاتھ نہ لگا، تھک ہار کر، انہوں نے راما کو کرسی پہ بہت مضبوطی سے باندھا اور وہ ٹوٹی ہوئی کرسی، جس پہ چنگیزی کو پہلی بار باندھا گیا تھا، اسے خلا میں رکھ کر رافٹر کی لاش کو کھینچ کر کمرے سے باہر لٹایا گیا تھا جو کچھ ہی دیر میں غائب ہوگئی جس کا

مطلب تھا کہ اب ان کی نگرانی کی جا رہی تھی اس کمروں میں انجانے سائنسی ہتھکنڈے ہونے کی نشاندہی بھی ہو گئی تھی۔

کھٹکا سن کر وہ سب چونک گئے ، اس سے پہلے کہ کوئی باہر نکلتا، ایکس تھری اندر داخل ہوئی۔

"کیا دروازے بند ہو گئے تمہارے پیچھے ؟۔" جبران نے پوچھا۔

"ہاں، دروازے تو تھے نہیں، خلا ہی بنا تھا دیوار میں۔"

"اسے کھولا کیسے گیا؟۔" جبران نے پوچھا۔

"ایک بندہ ساتھ آیا تھا اس کی آواز کی مدد سے، یعنی آواز کی پہچان پہ دروازہ کھلتا ہے۔"

"ثانیہ میڈم، ہم تو پھنس چکے سب کے سب، یہ کیا چکر ہے؟ اچھی ٹریننگ ہے یہ ؟۔" ایک نوجوان نے، جو کہ جمال تھا، پوچھا۔

"واقعی، حیرت ہے کہ سب کیا ہے ؟۔ شاید چیف کے کسی پلان کا حصہ تھا سب۔ ہماری ٹریننگ بھی چلتی رہی اور آخر میں یہ چکر بھی۔" ایکس تھری نے کہا، وہ ثانیہ تھی۔

"ساحر کی کوئی خبر؟ اسے چیف نے روک لیا تھا کہ کچھ کام ہے۔" ظفر، جو کہ کبیر تھا، نے پوچھا۔

"وہ صاحب بھی یہیں ہیں، کسی کو پھانس کر اس کی مدد سے اندر داخل ہوئے ہیں۔ کسی پٹھان کے روپ میں تھا۔" ثانیہ مسکرائی۔

"بطوط خان، وہ اس کا ملازم ہے، تم شاید ملی نہیں اس سے آج تک۔" کبیر مسکرایا۔

کبیر، جبران اور عباس کی ٹیم جبکہ دوسری طرف ثانیہ، جمال اور چنگیزی کو اکٹھا رکھا گیا تھا۔ انہیں ایک ہفتہ پہلے اس پہاڑی سلسلے میں تربیتی کیمپ میں رکھا گیا تھا اور پھر دو دن پہلے نیلی پہاڑی کی طرف، ایک ٹیم کو راز تھما کر، دوسری ٹیم کو اسے حاصل کرنے کا کام سونپا گیا۔ اس مشن پہ وہ لوگ محض ٹریننگ کے لئے کام کر رہے تھے، وہاں سے وہ گارڈِین گروپ کے ہتھے چڑھ کر اس اڈے میں قید ہو گئے۔

"پھر وہی کوئی چکر چلائے گا اب، کوئی سکیورٹی آفس، کمپوٹر روم وغیرہ ہتھے چڑھتا تو ضرور رستہ نکل آتا۔" جبران نے کہا۔

"ویسے یہاں ہو کیا رہا ہے؟۔" عباس نے پوچھا۔

"پہلے اڈے میں تو نشہ آور پاؤڈر بنتا ہے، یہاں کا علم نہیں۔" ثانیہ نے کہا۔

"کیا اسے ہوش میں لا کر اس سے حساب برابر کر لوں؟۔" چنگیزی نے دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"ٹھہر جا میرے ببر شیر، ہم ابھی بھی خطرے میں ہیں۔" کبیر مسکرایا اور سبھی مسکرا دیے اور پھر بس مسکرا ہی سکے کیونکہ اگلے دو دن انہوں نے اسی فلیٹ نما کمرے میں گزارے۔

اگلے دو دن تک نہ تو وہ نکل سکے نہ ہی کوئی وہاں آیا۔ واش رومز وہاں ویسے ہی تھے، کھانا کہیں نہ کہیں سے دیوار میں جگہ بنا کر ان تک پہنچا دیا جاتا لیکن کھانے کے ساتھ پانی نہ دیا گیا۔ پہلے دن تو سب نے نخرہ کیا لیکن دوسرے دن جب پیاس سے نڈھال ہوئے تو واش روم میں لگے واش بیسن کی ٹونٹی سے باری باری پیاس بجھانے لگے۔ ثانیہ نے تو دوسرے دن بھی اکڑ دکھائی لیکن آخر کب تک...ٹونٹی زندہ باد۔

دوسرے دن رات کے پچھلے پہر کھٹکے کی آواز سن کر، پہرے پہ موجود چنگیزی چونک گیا۔ وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکلا اور ہاتھ بڑھا کر روشنی گل کر دی۔ اس کی امید کے خلاف، سامنے والی دیوار کی بجائے، مشرقی دیوار جو اس کی دسترس سے باہر تھی، میں خلا پیدا ہوا اور روشن راہداری سے کوئی اندر داخل ہوا، اس کے پیچھے فوری خلا پر ہو گیا۔ تب تک چنگیزی دبے پاؤں اس شخص کے قریب پہنچ گیا تھا اور پھر اس نے اس شخص پہ چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔

اس کے بعد اندھیرے میں دھینگا مشتی شروع ہو گئی، جس کی آواز سن کر کبیر اور ثانیہ سب سے پہلے جاگے۔ خطرے کے پیش نظر تمام افراد ایک ہی کمرے کے فرش پہ سوتے تھے، کبیر نے ٹٹولتے ہوئے بٹن دبایا، چٹک کی آواز کے ساتھ روشنی ہوئی اور دھپ کی آواز کے ساتھ چنگیزی اڑتا ہوا کبیر سے ٹکرایا اور دونوں ایک ساتھ اندرونی کمرے میں گرے۔

"تم؟۔" ثانیہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔" اندر سے چنگیزی کی آواز سنائی دی، وہ غصے میں تپ رہا تھا۔

"ساحر ہے۔" ثانیہ نے گردن موڑ کر کہا تو چنگیزی نے برا سا منہ بنایا۔

"ستیاناس، ہر شکار حرام ہو رہا ہے، پہلے راما اب یہ گاما۔" چنگیزی نے چڑ کر کہا تو سبھی، باقی بھی جاگ جو گئے تھے، قہقہہ لگا کر ہنسے۔ چنگیزی نے باری باری سب کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"تو کیا حال ہے محترم خانہ بدوشو؟۔ کیسی رہی ٹریننگ؟۔" ساحر نے قہقہہ لگایا۔

"تو تم شروع سے جانتے تھے کہ ہماری درگت بنے گی اس وجہ سے ساتھ نہیں آئے۔" ثانیہ نے کہا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ باراتی پٹ جائیں اور دولہا پیچھے رہ جائے، دولہے کو پہلے دھر لیا جاتا ہے جبکہ فائرنگ کرنے کا قانون باراتی توڑتے ہیں۔" ساحر مسکرایا۔

"یہ لائٹ آن نہ کرتا تو اب تک دولہے کا منہ کالا ہو چکا ہوتا۔" چنگیزی غرایا۔ اس کا موڈ آف ہو گیا تھا، شاید اس کی "خنجری جبلت" پیاسی تھی۔

"یا پھر منہ کالا کر کے تم پہ بٹھا دیا گیا ہوتا۔" ساحر نے کہا تو کمرے میں قہقہہ بلند ہوا۔

"یہاں سے نکلنے کا کوئی رستہ نہیں، ہمارا خیال تھا کہ تم کوئی راہ نکالو گے لیکن تم تو خود یہیں قید ہونے کے لئے پہنچ گئے۔" کبیر نے کہا۔

"راہ ہی تو نکال کر آیا ہوں۔" ساحر نے کہا۔

"واہ میرے بھائی، یہ ہوئی ناں بات، اب میں گن گن کر بدلے لوں گا۔" چنگیزی نے ہذیانی انداز میں قہقہہ لگایا تو سب مسکرا دیئے۔

"لیکن۔۔۔پرامن معاہدہ۔" ساحر نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟۔" جبران نے پوچھا۔

"ہم ان کا اڈہ تباہ نہیں کریں گے، راما ان کے حوالے کریں گے اور وہ لوگ ہمیں جانے دیں گے۔" ساحر نے سادہ لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس ہے؟ تم کب سے ڈرپوک ہو گئے؟۔ "چنگیزی غرایا۔

"جب سے ٹیم لیڈر بنا ہوں۔" ساحر نے جواب دیا، اس کی سنجیدگی برقرار تھی۔

"اپنی ناکامی کو ٹیم لیڈری کا نام مت دو۔ "چنگیزی نے منہ بنایا۔

"کیا معاہدہ ہوا؟۔ "کبیر نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اس قید خانے کا جائزہ تم لوگ لے چکے ہو گے اور دیکھ لیا ہو گا کہ بچنے کا کوئی رستہ نہیں، مجھے دو تین دن سے وہاں آزاد چھوڑا گیا تھا کہ اگر رستہ تلاش کر لوں تو تم لوگوں سمیت نکل سکتا ہوں اور یقین مانو کہ میں نے ایڑی۔۔" اس نے پاؤں اٹھا کر ایڑی کی طرف اشارہ کیا۔۔" اور چوٹی۔۔" اس نے سر پہ موجود بال پکڑ کر کھڑے کرتے ہوئے کہا۔ "تک زور لگایا ہے لیکن کوئی رستہ نہیں یہاں۔ بہت ہی ایڈوانس ٹیکنالوجی استعمال کی گئی ہے اور ہر دروازہ آواز کی پہچان مانگتا ہے سوائے اندرونی عام استعمال ہونے والے دروازوں کے۔ تم لوگوں کو دو دن کھانا دیا گیا، اگر یہ معاہدہ نہ ہوتا تو کل سے کھانا بند، واش روم تک کا پانی بند ہو جاتا۔ "ساحر نے کہا۔

"میڈم بتا رہی تھیں کہ دوسرے اڈے میں منشیات بنتی ہیں۔ ان کا کیا؟ کیا ویسے ہی چھوڑ دیں گے سب کچھ؟۔ اس سے تو نوجوان نسل تباہ ہوتی ہے باس۔" عباس نے پہلی بار بات میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں، ہم یہ سب کچھ ویسے ہی نہیں چھوڑیں گے۔" ساحر نے کہا۔

"تو پھر؟۔" چنگیزی کے چہرہ پہ چمک ابھری۔

"ہم یہ سب 'ایسے' ہی چھوڑیں گے، ویسے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ساحر مسکرایا۔

"تم میرے دوست نہ ہوتے تو سارے خنجر تمہاری زہریلی زبان میں گھونپ دیتا۔" چنگیزی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"وہ باس ہیں۔" جمال نے چنگیزی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تو تیرے ہوں گے باس، میرے لئے چیونٹی ہے۔" چنگیزی نے کہا۔

"چیونٹا۔" ساحر نے اس کی تصحیح کی۔

"پھر اب کیا کرنا ہے؟۔" ثانیہ نے پوچھا۔

"اگر تم لوگ راضی ہو تو ہم سب صبح لسی اور پراٹھوں کا ناشتہ سوغات میں بک کئے گئے میرے فلیٹ میں کریں گے اور پھر واپسی۔" ساحر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوری، ہم ایسے ہار مان کر نہیں جا سکتے۔" کبیر نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"تو مقابلہ کس سے کر رہے ہو؟ بھوک پیاس سے؟۔" ساحر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جو بھی ہے، میں بھوکا مر جاؤں گا لیکن دشمن کو زندہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔" کبیر نے نفی میں سر ہلایا اور پھر دو منٹ سے بھی کم دورانیہ میں ثانیہ اور چنگیزی بھی کبیر کے ہم آواز بن چکے تھے۔

"دماغ ٹھنڈا رکھتے ہوئے اس ڈسپلن اور اصول کو ذرا ہلکی آنچ پہ رکھو، جب نکل ہی نہیں سکو گے تو کام کیسے کرو گے؟۔" ساحر نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جانتا کہ تم یہ سب کیوں کر رہے ہو لیکن میں نے جو کہا، میں وہی کروں گا، بلکہ ہم وہی کریں گے۔" کبیر نے اپنے ساتھ کھڑی ثانیہ اور پھر چنگیزی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ جانتے ہو کہ کر کیا رہے ہو؟۔" ساحر غرایا۔

"جانتے ہیں، تم باس ہو لیکن جب تم ملک کے سالمیت کے خلاف فیصلہ کروگے تو ہم بات نہیں مانیں گے۔" کبیر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تم کیا کہتی ہو ثانیہ؟۔" ساحر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کبیر درست کہہ رہا ہے۔" ثانیہ نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چنگیزی؟۔"

"دیکھ نہیں رہے میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوں۔" چنگیزی نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"اور تم تینوں۔؟۔" ساحر نے جبران، جمال اور عباس سے پوچھا۔

"ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" جبران نے جواب دیا اور جمال اور عباس نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"آخری موقع ہے، چپ چاپ بات مان جاؤ۔" ساحر غرایا مگر باقی تینوں پہ اس کی غراہٹ کا کوئی اثر نہ ہوا۔

"میرے پاس بہت سے طریقے ہیں اپنی مرضی چلانے کے، اس سروس میں ہو گا وہی جو میں چاہوں گا۔ تم تینوں کو میں ابھی سے اَن فٹ قرار دیتا ہوں۔" ساحر نے چبا چبا کر لفظ ادا کرتے ہوئے کہا اور پھر اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"تم لوگ غلطی کر رہے ہو۔" جبران نے ساحر کے چلے جانے کے بعد دھیمے لہجے میں کہا۔

"ہم چیف سے بات کر لیں گے۔" چنگیزی چڑ گیا۔

"تمھیں کیا لگتا ہے کہ چیف اس کی سنے گا یا تم لوگوں کی؟ وہ اکیلا ہم سے زیادہ اہم ہے چیف کے لئے اور پھر وہ غلط بات کرتا بھی نہیں، کبیر تم یہ

جانتے ہو۔" جبران نے تلخ لہجے میں کہا اور وہ بھی ساحر والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں دشمن کو یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتا، جو مرضی ہو جائے۔" کبیر کی بڑبڑاہٹ اس نے جاتے جاتے بھی سن لی تھی۔

چند لمحے ہی گزرے ہوں گے، کبیر کو دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"یہ، یہ کیا ہو رہا ہے۔" اس نے بوکھلا کر کہا اور سب کی طرف دیکھا، حالت ایک جیسی ہی تھی۔ اچانک ہی سب کا سانس بند ہونا شروع ہو گیا تھا اور سب حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ، نہ تو دھواں تھا نہ کوئی خوشبو مگر سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا، کچھ ہی دیر میں وہ بوروں کی طرح زمین پہ گرتے چلے گئے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے۔

سب سے پہلے ثانیہ کی آنکھ کھلی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔ یہ کسی ہوٹل کا کمرہ تھا، جہاں کارپٹ پہ گرین سروس کے تمام ممبران ٹیڑھے میڑھے انداز میں لیٹے ہوئے تھے، صرف ساحر غائب تھا۔

"ہوش آگیا میڈم؟۔" دروازے سے ساحر کی آواز سنائی دی۔ "صبح ہو چکی ہے، سوغات میں خوش آمدید۔ اپنے دونوں ساتھیوں کو ہوش میں لاؤ اور تم لوگ دارالحکومت پہنچو، تم تینوں کو چیف نے بلایا ہے۔" اس نے روکھے لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔

چیف کا نام اور یہ خبر سن کر ثانیہ کا دل دھک سے رہ گیا، اسے اپنا جسم ٹھنڈا پڑتا محسوس ہوا اور ہلکا سا لرزہ بھی محسوس کرنے لگی۔

ساحر نے جو کہا تھا، اس نے کر دکھایا تھا، وہ لوگ اس اڈے سے نکل کر سوغات پہنچ چکے تھے اور اگر دوبارہ اڈے کو تلاش کرنا چاہتے تو یہ ناممکن کے قریب تھا جبکہ چیف اور ساحر، دو دھاری تلوار کی طرح ان کے سروں سے ٹکرانے کے لئے تیار تھے۔

* * *

اس کی آنکھ کھلی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، اسے یاد آیا کہ وہ دن بھر راؤنڈ پہ رہا تھا جس وجہ سے جسم بہت تھکا ہوا تھا، بستر پہ لیٹتے ہی اسے نیند نے آگھیرا۔ اب جب آنکھ کھلی تو اندھیرے کے علاوہ کچھ نظر ہی آ رہا تھا۔

"کیا بینائی جاتی رہی؟۔" اس نے بوکھلا کر ہاتھ ادھر ادھر مارنے شروع کئے اور سائیڈ ٹیبل سے ہاتھ ٹکرانے پہ وہ رکا۔ سائیڈ ٹیبل پہ ایک

موبائل تھا، اس نے بٹن دبایا تو سکرین روشن ہوئی، یہ دیکھ کر اس نے اطمینان بھرا سانس لیا کہ چلو بینائی تو ہے۔ موبائل کی روشنی میں وہ بیڈ سے نیچے اترا اور سوئچ بورڈ تلاش کرنے لگا۔ اس ساری کاروائی میں وہ یہ تو سمجھ گیا کہ یہ اس کا کمرہ نہیں ہے۔ جلد ہی کمرہ روشن ہوا اور وہ حیرت سے کمرے میں موجود ہر چیز کو گھورتا رہا، پھر کندھے اچکا کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

واش روم میں اس نے کنگھی کرنا چاہی مگر نہ تو وہاں کنگھی تھی نہ ہی آئینہ، وہ ہاتھوں سے ہی بال سیٹ کرتا ہوا واش روم سے نکلا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکلا کیونکہ کمرے کی تبدیلی اور واش روم میں آئینے کی غیر موجودگی نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔

کمرے سے نکل کر راہداری سے گزرتے ہوئے وہ مرکزی ہال میں پہنچا جہاں پاؤڈر پیکنگ روایت کے مطابق جاری تھی، جس جس کی اس پہ نظر پڑی سب نے سلام کرنا شروع کیا اور وہ سب کو گھورتا ہو، گھومتا رہا۔ دو چار منٹ کے بعد وہ تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔ اس

نے کمرے میں آئینہ تلاش کرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی تو اس کے ذہن میں موبائل کیمرہ کا خیال آیا۔

اس نے جلدی سے موبائل کا کیمرہ آن کیا اور پھر سامنے والا کیمرہ آن کر کے شکل دیکھی۔۔۔وہ تو جیسے سن ہی ہو گیا، چند لمحوں بعد جھرجھری لے کر ہوش میں آیا اور پاگلوں کی طرح دیوار میں موجود الماری کی طرف بڑھا۔ الماری میں مقامی کرنسی کے علاوہ سونے کی چھوٹی چھوٹی اینٹیں بھری پڑی تھیں۔ وہ اس میز کی طرف بڑھا جہاں لیپ ٹاپ رکھا تھا۔ اس نے لیپ ٹاپ آن کیا اور اس کی تلاشی لینا شروع کی، اتفاقاً desktop پہ موجود ویڈیو icon پہ کلک ہوا اور ویڈیو پلئیر میں ویڈیو چلنے کے ساتھ کمرے میں آواز گونجنے لگی۔

"تمہیں حیرت ہو گی کہ یہ چمکتار کیسے ہوا؟ خیر بہت وقت ہے یہ سمجھنے کے لئے۔ میں تمہارا ممنون ہوں کہ تمہاری وجہ سے میں اپنے مشن کو وقت سے پہلے پورا کر پایا، اپنی ٹیم کو بچا پایا اور اس ملک۔۔۔۔ خیر رہنے دو، تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے۔ میری ٹیم اب محفوظ ہے لیکن تم اور تمہارا سیٹ اپ کبھی بھی خطرے میں گِھر سکتے ہو۔ ہمارے درمیان

ایک راز تھا، وہ بھی راز ہی رہا، کبھی موقع ملا اور ہم دونوں زندہ رہے تو اس سے پردہ بھی اٹھ ہی جائے گا۔

اس اڈے کا بیرونی دنیا سے کسی قسم کا رابطہ نہیں ہو سکے گا، فون ،ٹرانسمیٹر، سب کچھ بند کر دیا گیا ہے۔ جتنی خوراک موجود ہے وہی استعمال کر پاؤ گے، بیرونی سپلائی بھی اب نہیں آ سکے گے۔ تم ذاتی طور پہ بھی کچھ نہیں کر سکو گے، سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا، یہ نہ ہو کہ کسی زعم میں مارے جاؤ۔ میری رائے تو یہی ہو گی کہ اوقات میں رہو اور سکون سے مرو۔ اپنا خیال رکھنا، تمہارا پیارا بھائی ساحر علی گردیزی۔"

ویڈیو چلنا بند ہوئی اور وہ سر تھام کر میز پہ جھک گیا۔ اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ بہت بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر یونہی سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر اس نے سر اٹھا کر لیپ ٹاپ کو دیکھا، ویڈیو دوبارہ چلا کر ساحر گردیزی کی شکل پہ روک دی۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی منصوبہ بنا رہا ہو، اور پھر اس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

"گارڈِیَن، میں تجھے بھیانک موت ماروں گا۔"

اس نے غرا کر سکرین پہ موجود تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پہ گہری سنجیدگی طاری تھی اور آنکھوں کی چمک میں عجیب سا باغیانہ پن۔

جاری ہے۔۔۔۔

fb.me/ibnetalibgs